کا ترجمان

شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

فی شمارہ ....-/۳۵ روپے

سالانہ زرِتعاون ....-/۴۰۰ روپے

بذیعہ رجسٹری ....-/۵۵۰ روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک...............۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات................۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش.............۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:- 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
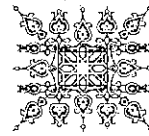
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:- محمد تقی عثمانی

پرنٹر:- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خطاب : حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ، مدظلہم
ضبط وتحریر: ذکر الرحمٰن سکھروی، تخصص فی الدعوۃ والارشاد، سال دوم

پاکستان میں شریعت کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

بروز بدھ ۳/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ (۲۱/مارچ ۲۰۱۸ء) کی تاریخ میں کنونشن سینٹر ڈیفنس کنٹری اینڈ گالف کلب کراچی میں سندھ حکومت کی جانب سے پیغام پاکستان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا، جہاں نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے پاکستان میں نفاذ شریعت کے حوالے سے مدلل رہنما خطاب فرمایا، افادۂ عام کے لئے یہ خطاب ہدیۂ قارئین ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيدنا و مولانا محمد خاتم النبيين و إمام المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين و على كل من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

أما بعد!

حضرات علماء کرام! میں ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے آپ سب حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ "پیغام پاکستان" کے سلسلے میں مجھ سے پہلے حضرات مقررین نے بڑے اچھے خیالات کا اظہار فرمایا اور الحمدللہ یہ پیغام سارے ہی مکاتب فکر اور ہر مسلک کے علماء کا متفقہ بیانیہ ہے۔ یہ باتیں اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف دو تین نکات اختصار کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں:

پہلی بات یہ کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، ہم نے بچپن میں نعرے لگائے تھے: پاکستان کا مطلب کیا! " لا إله إلا الله " اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے یہ ملک وجود میں آیا۔ اللہ تبارک وتعالی نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا، آج ۷۰ رسال گزرنے کے بعد یہ باتیں ہم آپس میں اور خاص طور سے حکومت کے ذمہ دار حضرات کے سامنے بکثرت کہتے ہیں اور درست کہتے ہیں کہ ابھی تک جس مقصد کے لیے یہ ملک معرض وجود میں آیا تھا وہ مقصد پورا نہیں ہوا اور اس کی وجہ سے جب ہم حکومت سے بات کرتے ہیں اور حکومت کو جب کوئی تجویز یا مطالبہ پیش کرنے کا وقت آتا ہے تو یہ بات ہم بہت قوت کے ساتھ، اہمیت کے ساتھ دہراتے ہیں کہ پاکستان جس کام کے لیے قائم ہوا تھا ابھی تک ہمیں وہ منزل حاصل نہیں ہوئی اور وہ معاشرہ وجود میں نہیں آسکا جس کا خواب پاکستان بنانے والوں نے دیکھا تھا۔ اور جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا یا اس سے بھی پہلے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے دیکھا تھا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ہندوستان میں ایک الگ مسلم ریاست کا تصور پیش کیا تھا، ہم جب موجودہ حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو افسوسناک صورتحال سامنے آتی ہے، جیسے مجھ سے پہلے مقرر صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ بے حیائی ہے، عریانی ہے، فحاشی ہے اور جس مقصد کے لیے پاکستان قائم ہوا تھا وہ پورا نہیں ہوسکا، اور اس کے لیے ہمیں جدوجہد کی ضرورت ہے۔

لیکن یہاں میں دو نکتے خاص طور سے عرض کرنا چاہتا ہوں، یہ بات قرآن وحدیث کے حوالے سے واضح ہوچکی، "پیغام پاکستان" کے حوالے سے واضح ہوچکی کہ جن غلطیوں کا ہم ذکر کرتے ہیں ان کا تدارک بندوق کی گولی نہیں ہے، ان کا تدارک درحقیقت خود ہم کریں گے اور وہ ہماری ذمہ داری ہے، اس میں حکومت بھی داخل ہے اس میں علماء کرام بھی داخل ہیں، اس میں عام لوگ بھی داخل ہیں۔

پہلی بات تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں ہم پاکستان میں پائی جانے والی برائیوں کا ذکر کرتے ہیں،

وہاں کچھ تھوڑا سا ہم آپس میں، علماء کرام کی محفل ہے، آپس میں بیٹھے ہیں، اس بات کا بھی ذکر ہونا چاہیے کہ الحمدللہ پاکستان میں پاکستان بننے کے بعد بہت سے کام بہت اچھے بھی ہوئے ہیں اور فضاء میں بڑی تبدیلی بھی آئی ہے، ہم شکوہ ضرور کرتے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں یہاں پاکستان میں عطاء فرمائی ہیں ان کا تذکرہ نہیں کرتے، پاکستان کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان کا ذکر نہیں کرتے، ان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (ابراہیم: ۷) (اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا) میں عرض کرتا ہوں کہ ان ساری خرابیوں کے باوجود پاکستان میں بہت سی اچھائیاں بھی ہیں، (آپ حضرات میں سے بیشتر شاید اس عمر کے نہ ہوں گے) لیکن میں نے وہ منظر دیکھا ہے جب کراچی کے اندر شراب خانے اس طرح کھلے ہوتے تھے جیسے کہ ریسٹورنٹ کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور اس میں آزادی کے ساتھ، پورے قانونی تحفظ کے ساتھ شراب پی جاتی تھی اور کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ الحمدللہ پاکستان بننے کے بعد اور علماء کرام کی جدوجہد کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بلاء سے ہماری حفاظت فرمائی۔ پینے والے آج بھی پیتے ہیں لیکن چھپ کر پیتے ہیں، قانون کے تحفظ کے بغیر پیتے ہیں، اگر قانون کے تحت آئیں گے تو سب سزا کے مستوجب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کی کوششوں اور جدوجہد کے نتیجے میں یہ نعمت ہمیں عطا فرمائی کہ پاکستان کا آئین (ساری دنیا کے دستوروں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے) وہ بات کہتا ہے جو دنیا کے کسی ملک نے، یہاں تک کہ سعودی عرب نے بھی نہیں کہی اور وہ یہ کہ سب سے پہلا جملہ ہمارے دستور کا یہ ہے کہ "اس کائنات کا بلاشرکت غیرے مالک صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے" یہ جملہ آپ کو دنیا کے کسی دستور میں نہیں ملے گا۔ اسلامی ممالک کے دستور میں نہیں ملے گا، سعودی عرب کے ہاں بھی اس قسم کا دستور موجود نہیں ہے، جو یہ کہتا ہو کہ اس کائنات کا واحد مالک بلاشرکت غیرے اللہ تعالیٰ ہے، حکمرانی اللہ کی ہے اور یہاں پر جو لوگ حکمران بنتے ہیں وہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطاء کی ہوئی حدود کے اندر حکمرانی کا حق رکھتے ہیں۔ قرارداد مقاصد کا یہ جملہ آپ کو دنیا کے کسی دستور میں نہیں ملے گا، اسی دستور کے اندر یہ جو جملہ موجود ہے کہ پاکستان کا ہر قانون قرآن و سنت کے مطابق ہوگا اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا، یہ جملہ بھی آپ کو کسی دستور

میں نہیں ملے گا، سارے عالم اسلام کے ۵۶ ممالک کو کھنگال کر دیکھ لیجئے ان میں سے کسی دستور میں یہ بات موجود نہیں ہے جو اللہ تبارک وتعالی نے اس دستور کو عطاء فرمائی ہے۔

ہمارے دستور کے اندر پہلی بار، دنیا، کی تاریخ میں پہلی بار مسلمان کی تعریف اور ختم نبوت کا اقرار شامل کیا گیا کہ اگر ختم نبوت کا اقرار نہیں ہے تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، جب مسلمان نہیں ہوسکتا تو ملک کا سربراہ نہیں ہوسکتا، صدر نہیں بن سکتا، وزیراعظم نہیں بن سکتا، یہ بات دنیا کے کسی اور دستور میں اس وضاحت کے ساتھ موجود نہیں ہے، جس میں ختم نبوت کو اپنے آئین کا اتنا بڑا حصہ بنایا گیا ہو۔

آپ اس بات کا بھی جائزہ لے کر دیکھیے، الحمدللہ ہم آپس میں بیٹھے ہیں اور سب مسجد ومحراب سے تعلق رکھتے ہیں، پاکستان سے باہر کسی بھی اسلامی ملک میں چلے جایئے، ۵۶/اسلامی ملک موجود ہیں، کسی ملک میں چلے جایئے، وہاں پر آپ اتنی آزادی کے ساتھ تقریر نہیں کر سکتے جتنی آزادی کے ساتھ آپ پاکستان میں کرسکتے ہیں، وہاں صورت حال یہ ہے کہ بیشتر جگہوں پر دینی مدرسہ قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے، جتنی تعداد میں دینی مدرسے ہر مکتب فکر کے پاکستان کے اندر موجود ہیں اتنی تعداد میں مدرسے دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہیں، وہاں دینی مدرسہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے، آپ جمعہ کے خطاب میں دین کی بات کھل کر اپنے ضمیر کے مطابق جس طرح چاہیں بیان کرسکتے ہیں، الحمدللہ آپ کے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے، لیکن جا کر دیکھئے ان عرب ممالک میں، شرق اوسط کے ممالک میں، وہاں جب تک حکومت کی طرف سے منظور شدہ خطبہ نہیں ہوگا کوئی خطیب خطبہ نہیں دے سکتا۔

ایک مرتبہ میں تیونس میں تھا اور وہاں میں مشہور یونیورسٹی جامعہ زیتونہ دیکھنے گیا تھا، جمعہ کا دن تھا، میں نے کہا کہ کسی مسجد میں نماز پڑھ لوں، نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا تو میں حیران ہوگیا کہ امام صاحب کا پورا خطبہ حاکم وقت کی تعریف پر مشتمل تھا، دونوں خطبوں میں اس کے سوا کچھ اور نہیں تھا کہ حاکم وقت نے یہ یہ کارنامے انجام دیے ہیں، اس کے سوا کوئی بات موجود نہیں تھی، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ میں نے عجیب خطبہ آج سنا ہے، دنیا میں پہلی بار اس طرح کا خطبہ میں نے سنا ہے کہ جس میں سوائے حاکم وقت کی تعریف کے اور کچھ موجود نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ آج یہ خطبہ پورے ملک میں ہر خطیب کو بھیجا گیا ہے اور اس کو

پابند کیا گیا ہے کہ جب تک وہ یہ خطبہ نہیں دے گا وہ خطیب نہیں رہ سکتا، یہ صورت حال پائی جاتی ہے۔ آپ امارات میں چلے جائیں، سعودی عرب میں چلے جائیں، آپ کسی عرب ملک میں چلے جائیں وہاں پر خطبے جب تک سرکاری طور پر منظور نہیں ہوں گے، اس وقت تک خطبہ نہیں دیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ آزادی عطاء فرمائی ہے، یہ پاکستان کا صدقہ ہے، پاکستان کی فضیلت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ آزادی عطاء فرمائی ہے کہ ہم جو چاہیں یہاں پر کم از کم کہہ سکتے ہیں، ہم اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں، ہم اپنے دین کی بات سنا سکتے ہیں، ہم فتوی دے سکتے ہیں، ہم فتوی دینے میں آزاد ہیں، سعودی عرب میں کوئی شخص، سعودی عرب کی بات کر رہا ہوں کہ اگر وہاں کوئی شخص جس کو باقاعدہ رجسٹرڈ نہ کیا گیا ہو وہ اگر فتوی دے تو قابل دست اندازی پولیس ہے، وہ پکڑا جاسکتا ہے کہ اس نے یہ فتوی کیوں دیا، لیکن الحمدللہ ہمیں یہ حق اور یہ آزادی حاصل ہے، تو اگر ہم کچھ برائیاں دیکھتے ہیں تو ساتھ ساتھ جو اچھائیاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی قدر تو کریں، ان کا شکر یہ تو ادا کریں اور شکر ادا کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے "لازیدنکم" کی امید رکھیں۔

لہٰذا پاکستان کو اپنانا، اپنا سمجھنا، ایک اسلامی ریاست سمجھنا، ایک اسلامی ملک سمجھنا، اپنا وطن سمجھنا، اس کا تحفظ، یہ ہمارا دینی فریضہ ہے اور یہاں پر یہ بات بھی میں سب کے سامنے عرض کردوں کہ ایک زمانہ تھا جب پاکستان بننے سے پہلے علماء کرام کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تھا، اختلاف رائے کوئی بُری بات نہیں ہوا کرتی، مسلمانوں کے مستقبل کے لئے پاکستان بننا زیادہ بہتر ہے یا نہ بننا زیادہ بہتر ہے یعنی ہندوستان کا مشترک رہنا زیادہ بہتر ہے، اس مسئلے پر ہمارے اہل علم کی آراء مختلف آئیں لیکن جب پاکستان بن گیا تو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، جن کی شروع میں رائے پاکستان کے حق میں نہیں تھی، لیکن ان کا یہ جملہ ریکارڈ پر موجود ہے، میرے پاس اس کا ثبوت موجود ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، رحمۃ اللہ علیہ، نے فرمایا کہ مسجد بننے سے پہلے اختلاف ہوسکتا ہے کہ یہاں مسجد بنائی جاسکتی ہے یا نہیں لیکن جب ایک مرتبہ مسجد بن گئی تو اس کا تحفظ ہر مسلمان کا فریضہ ہے، یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں، تو اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ ہم پاکستان کو اپنا سمجھیں، پاکستان کی بھلائی کو اپنی بھلائی، پاکستان کی برائی کو اپنی برائی سمجھیں، پاکستان کے ساتھ محبت ہم اپنے دلوں کے اندر پیدا کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ بے شک یہاں پر شریعت کا مکمل نفاذ جو مطلوب تھا وہ نہیں ہوا اور جب ہم حکومتوں سے بات کرتے ہیں تو یہی شکوہ کرتے ہیں لیکن اس شکوہ میں جہاں ہم حکمرانوں سے شکوہ کرتے ہیں، حکومت سے شکوہ کرتے ہیں، یہ شکوہ خود مجھے اپنے آپ سے بھی ہے، مجھے شکوہ حضرات علماء کرام سے بھی ہے، یہ شکوہ مجھے دینی سیاسی جماعتوں سے بھی ہے، یہ شکوہ مجھے عوام سے بھی ہے کہ انہوں نے اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے جو طریقۂ کار اختیار کرنا چاہئے تھا اس کو اختیار نہیں کیا اور اس میں مجرمانہ غفلت کا ہم سب نے مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آئین ایسا دیا تھا، اس آئین کے اندر پر امن آئینی جدوجہد اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے کرنے کا راستہ کھلا ہوا تھا اور آج بھی کھلا ہوا ہے۔

ایک آئینی راستہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، بہت سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ یہ آئین خاص طور سے اس آئین کی جو اٹھارویں ترمیم ہے اور وہ ترمیم جو جنرل ضیاء الحق صاحب کے زمانے میں ہوئی تھی، اس میں ہر پاکستانی شہری کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی قانون کو اگر غیر شرعی سمجھے، قرآن وسنت کے خلاف سمجھے تو اس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کرے، وفاقی شرعی عدالت اگر کسی قانون کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دے تو ایک معین تاریخ کے بعد وہ قانون خود بخود ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کی اپیل اگر جاتی ہے تو سپریم کورٹ کے اندر بھی شریعت اپیلٹ بینچ میں جاتی ہے، وفاقی شرعی عدالت میں دستور کے مطابق تین علماء ہونے چاہییں اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ میں دو علماء ہونے چاہئیں جو اس بات کا فیصلہ کریں کہ وفاقی شرعی عدالت نے جو فیصلہ دیا تھا وہ درست تھا یا نہیں، میں سترہ سال وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ میں بطور جج کام کرتا رہا ہوں، میں نے اپنے ساتھیوں، اپنے رفقاء، اپنے مذہبی رہنماؤں، اپنے سیاسی رہنماؤں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ خدا کے لیے دستور کے اس طریقے کو اپنا کر آپ غیر شرعی قوانین کے خلاف درخواستیں دائر کریں اور اس کے ذریعے قوانین کو تبدیل کرائیں، میں انتہائی افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں، میں نے ہاتھ جوڑے ہیں سیاسی رہنماؤں کے سامنے بھی، مذہبی رہنماؤں کے سامنے بھی کہ آپ اپنی کمیٹی بنا دیں اور وہ کمیٹی یہ فیصلہ کرے، دیکھے کہ کون سے قوانین تبدیلی کے محتاج ہیں، آپ اس قانون کے خلاف درخواست داخل کریں وفاقی شرعی عدالت میں، اور وفاقی شرعی عدالت کے بعد اس کی اگر

اپیل ہوگی تو وہ ہمارے پاس سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ میں ہی آئے گی، لیکن میں آپ سے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں، میرا دل دکھا ہوا ہے کہ ان سترہ سالوں میں ہمارے مذہبی رہنماؤں کی طرف سے، ہماری سیاسی جماعتوں کی طرف سے، ہمارے عوام کی طرف سے، مسلمانوں کی طرف سے ایک درخواست بھی کسی قانون کے خلاف نہیں آئی، ہمارے پاس جو درخواستیں آئیں وہ قادیانیوں کی طرف سے آئیں، ہمارے پاس درخواستیں ملحدوں اور لبرل کہلانے والے سیکولر لوگوں کی طرف سے آئیں، ہم نے ان درخواستوں کی بنیاد پر کم از کم دو سو قوانین تبدیل کیے، دو سو غیر اسلامی قوانین ختم کیے گئے لیکن ہماری طرف سے (ہماری طرف سے میری مراد) علماء کرام، سیاسی مذہبی جماعتوں کی طرف سے ایک درخواست بھی پورے عرصے میں نہیں آئی۔

جب ہمارے ہاں سود کا مقدمہ چل رہا تھا، وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا، اس کے خلاف یونائیٹڈ بینک نے اپیل کی، سپریم کورٹ کے شریعہ اپیلٹ بینچ میں ہمارے پاس اپیل آئی، سات سال تک وہ ہمارے ہاں پڑی رہی، کوئی پیروی کرنے والا نہیں تھا، کسی کا مقدمہ اگر ذاتی جائیداد کا ہوتو وہ دس مرتبہ وکلاء کو کھڑا کر کے چیف جسٹس کو اس بات پر آمادہ کرسکتا ہے کہ وہ اس کیس کا جلدی سے جلدی فیصلہ کرائے لیکن سود کا مقدمہ تھا، سود کو اس ملک سے ختم کرنے کا مقدمہ تھا، کوئی آواز کہیں سے نہیں آئی، میں جب چیف جسٹس سے کہتا کہ بھائی! یہ اتنے دنوں سے مقدمہ پڑا ہوا ہے اس کو لگائیے، اس کو لگا کر اس کا فیصلہ کرائیے، وہ کہتے بھائی ! عوام کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، ہمارے پاس دوسرے مقدمات کے بارے میں خطوط آتے ہیں، پیغامات آتے ہیں، تحریکیں چلتی ہیں کہ اس مقدمہ کو جلدی سے ختم کرائیے لیکن سود کے بارے میں تو کسی کو تشویش ہی نہیں ہے، تو آپ کیوں اتنے پریشان ہوتے ہیں؟ میں نے کہا بھائی ! بحیثیت ایک مسلمان کے بیشک میں نے ایک جج کا حلف اٹھایا ہے لیکن اس سے پہلے ایک اور حلف اٹھا رکھا ہے "**أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله**" اس وجہ سے کہتا ہوں، لیکن اختیار میرے پاس نہیں تھا، وہ کہتے عوام کی طرف سے کوئی مطالبہ ہی نہیں کہ اس کو لگایا جائے، آخر کار کسی طرح ایک چیف جسٹس آئے، انہوں نے لگا دیا، ہم نے فیصلہ دیا اور یہ سپریم کورٹ کی تاریخ میں سب سے بڑا فیصلہ تھا جو گیارہ سو صفحات پر مشتمل تھا، جس کا ایک بہت بڑا حصہ میرا لکھا ہوا ہے، اس فیصلے کے ذریعے سود کے سارے قوانین کو ختم کرنے کا آرڈر جاری کر دیا گیا اور ایک سال کی

مہلت حکومت کو دی گئی، اب اس ایک سال کے اندر ان کو کیا کرنا تھا، تو انہوں نے اس کا Review داخل کیا، اس وقت بھی ہم موجود تھے، جب Review سننے کا وقت آیا تو انہوں نے بینچ توڑ دی، مجھے نکال دیا اور اس کے نتیجے میں ایک نئی بینچ لا کر کھڑی کی، اس میں ہمارے کچھ دوست موجود تھے، انہوں نے اس فیصلے کو واپس کر دیا جس میں ربوا کو حرام قرار دے کر ملک سے ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور کہا کہ وفاقی شرعی عدالت دوبارہ اس پر غور کرے، آج پھر وہ سرد خانے میں پڑا ہوا ہے لیکن علماء کرام کی طرف سے، سیاسی جماعتوں کی طرف سے کوئی مطالبہ آج بھی نہیں ہے کہ وہ مقدمہ پڑا ہوا ہے، خدا کے لیے اس کا فیصلہ کراؤ، اگر ہمارا کوئی ذاتی مقدمہ ہوتا تو ہم عدالت کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے ہوتے اور پوچھا ہوتا کہ اس کو جلدی سے جلدی پورا کراؤ۔ اب صورتحال یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت میں دو جج ہونے چاہییں علماء کرام میں سے اور سپریم کورٹ میں تین جج ہونے چاہئیں علماء کرام میں سے، مگر اب وفاقی شرعی عدالت میں تین کے بجائے ایک ہے اور سپریم کورٹ کے اندر دو ہیں اور وہ بھی معطل اس طرح پڑے ہوئے ہیں کہ ان کا اجلاس ہی نہیں ہو پاتا، کیوں نہیں ہو پاتا؟ اس لیے کہ عوام کو اس مسئلے سے دلچسپی ہی نہیں ہے اگر ہم یہ طریقہ اختیار کریں گے تو بتائیے پھر ہم یہ مطالبہ کریں اور پھر کہیں کہ پاکستان کے اندر اسلامی شریعت نافذ نہیں ہوئی لہذا تلوار اٹھاؤ، بندوق کی گولیاں چلاؤ، جب آپ اپنا فریضہ ادا نہیں کریں گے، آپ جتنا کچھ کر سکتے ہیں وہ نہیں کریں گے تو اس کا نتیجہ تو یہی سامنے آئے گا۔

تیسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تو عدالتی راستہ ہے جو میں نے آپ کو بتایا ہے لیکن ایک راستہ ایسا ہے کہ جب کسی کا اپنا کوئی ذاتی مسئلہ سامنے آتا ہے یا جمہوریت کے نام پر کوئی غلط اقدام حکومت کرتی ہے تو سڑکیں بلاک ہو جاتی ہیں، دھرنے دیے جاتے ہیں اور مطالبات کیے جاتے ہیں، جلوس نکالے جاتے ہیں، جلسے ہوتے ہیں اور پر امن تحریکیں چلتی ہیں، لیکن کیا آج تک میں نے، آپ نے، ہماری مذہبی جماعتوں نے، ہماری سیاسی جماعتوں نے آج تک کوئی تحریک اور کوئی جلسے جلوس وغیرہ کی تحریک، تحریک کی شکل میں نفاذ شریعت کے لیے چلائی؟ اس سوال کا جواب ہم سب کے ذمہ ہے، اور نفاذ شریعت ایک مجمل لفظ ہے، اگر تحریک چلائی جائے تو اس میں متعین کر کے مطالبات رکھے جائیں، نمبر ایک، نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار، اس طرح

کر کے اس کے مطالبات رکھے جائیں، اس کی عملی شکل اگر کوئی پوچھے آپ سے، کہ ان مطالبات کو عملاً کیسے نافذ کیا جائے گا، آپ کے پاس اس کا پورا پروگرام ہونا چاہیے اور اس طریقے سے آپ کوئی تحریک چلائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک میں جس بات کا ہم رونا روتے ہیں کہ ہم اس منزل تک نہیں پہنچ سکے، کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس منزل تک ہم نہ پہنچ سکیں، اس کے لیے تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے بندوق اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے لیے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے لیے ہمیں اپنے اندر جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے ہم پاکستان کو مانیں، پاکستان کو مان کر اس میں پاکستان کو اسلامی ریاست اور اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے اپنے فرائض ادا کریں تو ان شاء اللہ حکومت گھٹنے ٹیک دے گی، آج کل حکومتوں کا رواج یہ ہے (معاف کیجیے گا اس صاف گوئی کو) انگریز کے زمانے سے ایک رجحان حکومتوں کا یہ چل گیا ہے کہ جو شخص تگڑا جوتا لے کر آئے گا وہ ہم سے مطالبات منوالے گا، جو آدمی نصیحت کرے، اور جا کر خیر خواہی سے ان سے بات کرے کہ بھائی !یہ کام کرلو، تو وہ ہوا میں اڑ جاتی ہے، وہ محض مسکراہٹوں اور مصافحے کی نذر ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی آدمی تحریک لے کر کھڑا ہو، تحریک ختم نبوت میں کیا ہوا؟ سارے مسالک متحد ہو گئے اور انہوں نے تحریک چلائی اور تحریک چلانے کے نتیجے میں اتنا بڑا اقدام جس کو ساری دنیا کی سیکولر طاقتیں یہ کہتی ہیں کہ یہ غلط اقدام ہوا، حکومت اتنا بڑا اقدام کرنے پر مجبور ہو گئی، کون مجبور ہو گیا؟ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم، وہ مجبور ہو گیا، اس نے گھٹنے ٹیک دیے، تو اگر ہم صدق دل کے ساتھ شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں، پاکستان کو اپنا سمجھ کر، اپنا وطن سمجھ کر، اور اس کے اندر صحیح معنی میں شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں تو ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ ہمارے اندر وہ جذبۂ بے تاب ہونا چاہئے جو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تھا، جو حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تھا، جو ہمارے حضرات اسلاف کے دل میں تھا کہ اس ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، اپنی رحمت سے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

☆☆☆

عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلُ نَاقَتِيْ وَأَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: "اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ". (صحيح ابن حبان: ٣/ ٤٥٧، وجامع ترمذی: ٩/ ٤٣٢)

ترجمہ: حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اونٹنی کو باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

تشریح: حدیث شریف کا مضمون واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ اونٹنی کو باندھو اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو یعنی جو معروف اسباب ہیں انہیں اختیار کرنا چاہئے اور ان اسباب کے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے توکل کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

{...... اٰیاتھا ۱۲۰	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتھا ۱۶ ......}

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ

اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعے ضرور آزمائے گا جو تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں کی زد میں آجائیں گے (۱)، تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اسے دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا، وہ دردناک سزا کا مستحق ہوگا۔ (۹۴) اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو۔

(۱) جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے، جب کوئی شخص حج یا عمرے کا اِحرام باندھ لے تو اس کے لئے خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ عرب کے صحراؤں میں کسی شکار کا مل جانا مسافروں کے لئے ایک نعمت تھی۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ احرام باندھنے والوں کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ جانوروں کو ان کے اتنا قریب بھیج دے گا کہ وہ ان کے نیزوں کی زد میں ہوں گے۔ اس طرح ان کا امتحان لیا جائے گا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس نعمت سے پرہیز کرتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے ایمان کا اصل امتحان اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا دِل کسی ناجائز کام کے لئے مچل رہا ہو، اور وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس ناجائز کام سے باز آجائے۔

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَ بَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور اگر تم میں سے کوئی اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا (جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ) جو جانور اس نے قتل کیا ہے، اس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور کو جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار تجربہ کار آدمی کریں گے، کعبہ پہنچا کر قربان کیا جائے،، یا (اس کی قیمت کا) کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے، یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں[1]، تا کہ وہ شخص اپنے کئے کا بدلہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ اقتدار اور انتقام کا مالک ہے (۹۵) تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، تا کہ وہ تمہارے لئے اور قافلوں کے لئے فائدہ اُٹھانے کا ذریعہ بنے، لیکن جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب کو جمع کر کے لے جایا جائے گا۔ (۹۶)

---

(۱) اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرنے کا گناہ کرلے تو اس کا کفارہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے، اگر وہ جانور حلال ہو تو اسی علاقے کے دو تجربہ کار، دِین دار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر چوپایوں یعنی گائے، بیل، بکری وغیرہ میں سے اس قیمت کے کسی جانور کی قربانی حرم میں کردی جائے، یا اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کردی جائے۔ اور اگر کسی ایسے جانور کا شکار کیا تھا جو حلال نہیں ہے، مثلاً بھیڑیا، تو اس کی قیمت ایک بکری سے زیادہ نہیں سمجھی جائے گی۔ اور اگر کسی شخص کو مالی اعتبار سے قربانی دینے یا قیمت فقراء میں تقسیم کرنے کی گنجائش نہ ہو تو وہ روزے رکھے۔ روزوں کا حساب اس طرح ہوگا کہ اُس جانور کی جو قیمت بنی تھی، اس میں سے پونے دو سیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ سمجھا جائے گا۔ آیت کی یہ تشریح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک "اُس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور" کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شکار کئے ہوئے جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر اس قیمت کا کوئی چوپایہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اللہ نے کعبے کو جو بڑی حرمت والا گھر ہے لوگوں کے لئے قیام امن کا ذریعہ بنادیا ہے، نیز حرمت والے مہینے، نذرانے کے جانوروں اور ان کے گلے میں پڑے ہوئے پٹوں کو بھی (امن کا ذریعہ بنایا ہے[۱])، تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور اللہ ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے (۹۷) یہ بات بھی جان رکھو کہ اللہ عذاب دینے میں سخت ہے، اور یہ بھی کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۹۸) رسول پر سوائے تبلیغ کرنے کے کوئی اور ذمہ داری نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم کھلے بندوں کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو، اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے (۹۹) (اے رسول! لوگوں سے) کہہ دو کہ ناپاک اور پاکیزہ چیزیں برابر نہیں ہوتیں، چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو[۲]۔ لہٰذا اے عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ (۱۰۰)

---

(۱) کعبہ شریف اور حرمت والے مہینے کا باعثِ امن ہونا تو ظاہر ہے کہ اس میں جنگ کرنا حرام ہے۔ اس کے علاوہ جو جانور نذرانے کے طور پر حرم لے جائے جاتے تھے، ان کے گلے میں پٹے ڈال دیئے جاتے تھے تاکہ ہر دیکھنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ جانور حرم جا رہے ہیں۔ چنانچہ کافر، مشرک، ڈاکو بھی ان کو چھیڑتے نہیں تھے۔ کعبے کے قیامِ امن کا باعث ہونے کے ایک معنیٰ کچھ مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ جب تک کعبہ شریف قائم رہے گا، قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت اس وقت آئے گی جب اسے اُٹھالیا جائے گا۔

(۲) اس آیت نے بتادیا ہے کہ دُنیا میں بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی ناپاک یا حرام چیز کا رواج اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ وقت کا فیشن قرار پاجاتا ہے، اور فیشن پرست لوگ اسے اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ صرف کسی چیز کے عام رواج کی وجہ سے اسے اختیار نہ کریں، بلکہ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات کی روشنی میں وہ جائز یا پاک ہے یا نہیں۔

☆☆☆

دارالافتاء، مفتیان کرام، لائبریریاں، یونیورسٹیاں، وکلاء اور محققین توجہ فرمائیں
عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ
سلسلہ جدید فقہی مباحث
تقریباً 90 کتب
28 ضخیم جلدیں
زیر سرپرستی
حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی
حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم
تأثرات
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم
اس ایڈیشن کی خصوصیات: ۱۔ پہلے چند طبع شدہ جلدوں میں فقہ اکیڈمی نے جو ترمیمات، اضافات و اصلاحات کی ہیں، اس جدید ایڈیشن میں وہ اور اسلامی فقہ اکیڈمی کے فیصلے بھی آخر میں شامل کیے گئے ہیں۔ ۲۔ کتاب کا سائز اس کے موضوع کی اہمیت کو سامنے رکھ کر دیگر فقہی کتب کے سائز کے مطابق بڑا کر دیا گیا۔
۳۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کا معیار تمام جلدوں کا یکساں رکھا گیا۔ ۴۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ دیگر علمی موضوعات پر بھی مزید مباحث و تحقیقات شائع کی جائیں گی۔
جلد 1 آبی وسائل اور ان سے متعلق شرعی احکام۔ مسافت سفر کا آغاز۔ وطن اصلی کے ساتھ دوسری جگہ مستقل قیام اور قصر و اتمام کے احکام
جلد 2 نواقض صوم سے متعلق نئے مسائل۔ حج و عمرہ/ موجودہ حالات کے پس منظر میں۔ رمی جمار کے اوقات۔
جلد 3 سونے اور چاندی کا نصاب۔ زکوۃ کے جدید اہم مسائل۔ مصرف زکاۃ فی سبیل اللہ (اصول و آداب)
جلد 4 عشر و خراج، عصر حاضر کے چند اہم مسائل۔ ہند و پاک کی اراضی کا شرعی حکم۔ اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری۔ رؤیت ہلال یا وجود قمر کا مسئلہ شریعت کی روشنی میں۔
جلد 5 قربانی کے ایام و اوقات اور اس سے متعلق شرعی احکام۔ ذبیحہ کے شرعی احکام۔ مشینی ذبیحہ فقہ اسلامی کی روشنی میں۔
جلد 6 نکاح میں شرط اور مشروط مہر فقہ اسلامی کی روشنی میں۔ جبری شادی کا مسئلہ اور احکام۔ شقاق بین الزوجین کی وجہ سے فسخ نکاح۔
جلد 7 حالت نشہ کی طلاق۔ غیر مسلم ملکوں میں عدالتوں کی طلاق۔ مباحث فقہیہ
جلد 8 پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید و فروخت۔ بیع وفاء، موجودہ معاشی تناظر میں۔ قسطوں کی بنیاد پر خرید و فروخت۔
جلد 9 کاروبار میں اولاد کی شرکت۔ قبضہ کی حقیقت اور قبضہ سے پہلے خرید و فروخت۔ حقوق و منافع کی خرید و فروخت۔ پگڑی سے متعلق شرعی احکام
جلد 10 غیر سودی بینکاری۔ ضرورت اور طریقہ کار۔ تورق اور موجودہ اسلامی بینک، شرعی نقطہ نظر سے بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام۔ بنک انٹرسٹ و سودی لین دین۔
جلد 11 کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت۔ دو ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ اور ہندوستان میں انشورنس۔ طویل مدتی قرضے اور موجودہ کرنسی۔
جلد 12 شریعت کے دائرہ میں انشورنس (تکافل) کی صورت، میڈیکل انشورنس۔ شیئرز و کمپنیز کی شرعی حیثیت۔ خواتین کی ملازمت سے متعلق احکام
جلد 13 عقد استصناع کے مسائل۔ نیٹ ورک مارکیٹنگ، شرعی نقطہ نظر
جلد 14 وقف کے احکام و مسائل۔ موجودہ اہم سماجی مسائل کے حل کیلئے وقف کی اہمیت اور طریقہ کار۔ مختلف النوع ملازمتیں اور ان کے احکام
جلد 15 اعضاء کی پیوند کاری شریعت کی روشنی میں۔ ضبط ولادت اسلامی نقطہ نظر سے۔ پلاسٹک سرجری۔ اعضاء و اجزاء انسانی کا عطیہ۔
جلد 16 قتل بہ جذبۂ رحم (یوتھینیزیا)/ دماغی موت۔ مصنوعی آلۂ تنفس۔ ڈی این اے ٹیسٹ۔ طبی اخلاقیات (دائرے اور ضابطے فقہ اسلامی کی روشنی میں)
جلد 17 تعلیم کے لئے قرض کا حصول۔ علم معاشیات اور اسلامی معاشیات۔ تفریح و سیاحت اور شرعی احکام و ضوابط۔ الیکشن سے مربوط شرعی مسائل۔
جلد 18 اسلام میں بچوں کے حقوق۔ معذوروں اور بوڑھوں کے حقوق۔
جلد 19 خاندانی نظام اور خواتین کے حقوق۔ قیدیوں کے حقوق (قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کا عالمی معیار)۔ مشترکہ و جداگانہ خاندانی نظام۔
جلد 20 ضرورت و حاجت سے مراد اور احکام شرعیہ میں ان کا لحاظ۔ عرف و عادت کا شریعت میں اعتبار۔ اسلام اور امن عالم (امن و سلامتی کی اہمیت)
جلد 21 مقاصد کے تعین اور اثبات۔ مقاصد شریعت عصری تناظر میں۔ احکام شرعیہ میں تبدیلی حقیقت کے اثرات۔ بین مذہبی مذاکرات کے اصول و آداب۔
جلد 22 حدیث ضعیف۔ اصول و احکام/ تعارف۔ قرآن کریم کے متن اور ترجمہ کی اشاعت اور بریل کوڈ۔ احکام و مسائل
جلد 23 اختلاف رائے اور وحدت امت۔ اہل کتاب سے متعلق مسائل و احکام
جلد 24 ہبہ، میراث و وصیت سے متعلق جدید اہم مسائل
جلد 25 غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء۔ نشہ آور اشیاء کی تجارت اور استعمال کے شرعی احکام
جلد 26 شہریت اور اس سے متعلق بعض مسائل۔ غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل۔ سماجی مسائل اور علمائے ہند کے فیصلے۔ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے۔
جلد 27 سونا چاندی کی تجارت۔ زمین و جائیداد کی خرید و فروخت۔ سرکاری اسکیموں سے استفادہ۔
جلد 28 ماحولیاتی و صوتی آلودگی، شرعی نقطہ نظر سے۔
دارالاشاعت
قیمت مکمل سیٹ =/32000 پیشگی رقم روانہ کرنے پر رعایتی قیمت =/16000 (مع ٹرانسپورٹ خرچ)
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
021-32631861, 32213768
Darul-Ishaat
0306-1559622
ishaat@cyber.net.pk

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس ـــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(ساتویں قسط)

پاکستان اس طرح بنا تھا کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں جو اثاثے پاکستان کے حصے میں آئے تھے، اول تو وہ تناسب کے لحاظ سے پہلے ہی کم تھے، پھر بہت سے اثاثے بھارت میں رہ گئے تھے، اور ان کی وصولی کا تنازعہ مدت تک چلتا رہا۔ اس لئے پاکستان کی حکومت نے انتہائی محدود وسائل کے ساتھ کام شروع کیا تھا۔ اس وقت دارالحکومت کراچی تھا، اور وزارتوں کا سیکریٹریٹ ٹین کی چادروں والے کمروں میں کام کرتا تھا۔ پیپر ویٹ کی جگہ پتھر استعمال ہوتے تھے، اور کاغذوں کو جوڑنے کے لئے پن کے بجائے کانٹوں سے کام لیا جاتا تھا۔ اسی وقت پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے "بورڈ تعلیمات اسلامیہ" کے نام سے ایک بورڈ تشکیل دیا، اور اس کا دفتر بھی اسمبلی کے ساتھ کھپریل کی چھت والے ایک کمرے میں بنایا گیا۔ بورڈ کی صدارت کیلئے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، رحمۃ اللہ علیہ، کو دعوت دی گئی، اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو بھی اُس کا رُکن بنایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ زیر ترتیب دستور میں اسلامی تعلیمات سمونے کیلئے تجاویز مرتب کرے۔ اس حیثیت میں حضرت والد صاحبؒ کو جیکب لائن میں ایک کوارٹر کرایہ پر دیا گیا۔ دوسری طرف اس دوران ہماری سب سے بڑی بہن محترمہ نعیمہ خاتون صاحبہ (مرحومہ) اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ ہندوستان سے کراچی آگئیں۔ چنانچہ حضرت والد صاحبؒ تقریباً ایک سال "کنگس کورٹ" میں رہنے کے بعد وہ فلیٹ عارضی طور پر ہماری بہن کو دیکر جیکب لائن کے اُس کوارٹر میں منتقل ہوگئے۔

اب جیکب لائن کا وہ مدرسہ جو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، نے قائم فرمایا تھا، اور جہاں میرے بڑے بھائی پہلے سے پڑھتے تھے، ہمارے نئے گھر سے قریب ہوگیا، اور مجھے اس قابل قرار دیدیا گیا کہ میں بھی جیکب لائن کے مدرسے میں پڑھ سکوں۔ لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے شاید میرے نحیف ونزار جثّے اور بہت پتلے دبلے وجود کو دیکھتے ہوئے میرے چار بھائیوں کے برعکس مجھے حفظ میں

نہیں لگایا، اور براہ راست کچھ ملی جلی اردو فارسی شروع کرادی جس کا آغاز "حمد باری" سے ہوا۔ یہ مولانا عبدالسمیع بے دل مرحوم کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس میں مختلف الفاظ کے معنی مثنوی اشعار میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگرچہ مولانا عبدالسمیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، لیکن اُن کی یہ کتاب چونکہ بچوں کو الفاظ کے معنی یاد کرانے کیلئے مفید سمجھی گئی تھی، اس لئے علماء دیوبند نے اُس سے استفادہ میں کسی مسلکی تعصب کو آڑے آنے نہیں دیا، اور وہ تمام مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے وہ اور فارسی کی گردانوں کی کتاب "رسالہ نادر" جو ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین، رحمۃ اللہ علیہ، کی تالیف تھی، حضرت مولانا نور احمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے جیکب لائن کے مدرسے میں پڑھنی شروع کردی تھی، لیکن یہ پڑھائی میری کمسنی کی وجہ سے بے قاعدہ سی تھی کہ جب چاہا سبق پڑھ لیا، اور جب چاہا چھٹی کرلی، بلکہ کوئی سبق کسی استاذ سے پڑھ لیا، اور کوئی کسی اور اُستاذ سے۔ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کے صاحبزادوں میں مولانا احترام الحق صاحب مجھ سے کچھ بڑے تھے، اور جناب اعتصام الحق صاحب (حفظہما اللہ تعالیٰ) تقریباً میرے ہم عمر۔ بے قاعدہ اسباق سے فارغ بیشتر وقت اُن کی رفاقت میں گذر جاتا، اور کبھی حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کے گھر پر ہونے والی مجلسوں میں بیٹھ کر۔ اس تعلیم کی بے قاعدگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے اس زمانے میں کئی بار ٹائیفائڈ ہوا جس کی وجہ سے مہینے مہینے بستر پر گذارنے پڑے۔

دوسری طرف اُس وقت ہمارے بھائی جان (جناب محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ) لاہور منتقل ہوگئے تھے، اور انہوں نے وہاں ادارۂ اسلامیات کے نام سے کتب خانہ قائم کرلیا تھا۔ ان کے یہاں پہلے بچے کی ولادت متوقع تھی، (جس کا نام "محمد مسعود غواص" رکھا گیا تھا، اور وہ پیدائش کے کچھ ہی دن کے بعد اللہ کو پیارا ہوگیا تھا) جس کے لئے والدہ صاحبہ نے لاہور کا سفر کیا، اور میں چونکہ ان کا لاڈلا تھا، اس لئے وہ میرے بغیر سفر نہیں کرتی تھیں۔ برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، جنہیں میں گھر کی بے تکلفی میں "بھائی رفیع" کہا کرتا ہوں، اور اس سرگذشت میں بھی اختصار اور بے تکلفی کے اظہار کیلئے بعض اوقات یہی تعبیر اختیار کروں گا، وہ اس سفر میں بطور محرم والدہ صاحبہ کے ساتھ لاہور گئے تھے، اور تقریباً دو مہینے ہمیں والدہ صاحبہؒ کے ساتھ وہاں رہنا پڑا۔ بھائی صاحب چونکہ اُس وقت حفظ کررہے تھے، اس لئے انہوں نے جامعہ

اشرفیہ میں ایک استاذ کے ساتھ اپنے حفظ کا سلسلہ جاری رکھا، لیکن میری تعلیم پہلے ہی بے قاعدہ چل رہی تھی، اس لئے اُس کا کوئی باقاعدہ متبادل تلاش کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ البتہ جب والدہ صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ، کو کچھ وقت ملتا، وہ مجھے بہشتی گوہر اور سیرت خاتم الانبیاء پڑھانے بیٹھ جاتی تھیں۔ باقی وقت سیر سپاٹوں ہی میں گذرتا تھا۔

اسی سیر سپاٹے کا یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا کہ وہ شدید سردی کا زمانہ تھا، اور بھائی رفیع صاحب مدظلہم حضرت مولانا محمد متین خطیب صاحبؒ کے صاحبزادے محمد معین صاحب مرحوم کے ساتھ اکثر شام کو لارنس گارڈن کے "گلشن فاطمہ" میں تفریح کیلئے جایا کرتے تھے، جو اُس وقت انتہائی حسین باغ تھا۔ میں بھی کبھی کبھی ان کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اسی باغ کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت تالاب تھا۔ ایک مرتبہ یہ دونوں باتوں میں مشغول تھے، اور میں نے اس تالاب کے کنارے بنی ہوئی پتلی سی منڈیر پر چلنے کی مشق شروع کر دی، کچھ دیر تک تو یہ مشق کامیاب رہی، لیکن پھر اچانک گیلی منڈیر سے پاؤں پھسلا، اور میں دھڑام سے تالاب میں گر کر غوطے کھانے لگا۔ دسمبر کی شدید سردی اور تالاب کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا، ایک ہی لمحے میں موت سامنے نظر آنے لگی۔ تالاب اگرچہ زیادہ گہرا نہیں تھا، لیکن مجھ جیسے بچے کو ڈبونے کیلئے کافی تھا۔

بھائی رفیع صاحب اور بھائی معین صاحب نے بڑی دقت سے مجھے نیم بے ہوشی کی حالت میں تالاب سے نکالا، لیکن گیلے کپڑوں میں پورا بدن سردی سے کپکپا رہا تھا، اور دانت سے دانت بج رہے تھے۔ وہاں کپڑے بدلنے کا بھی کوئی راستہ نہ تھا۔ بھائی رفیع صاحب مدظلہم اُس وقت سردی سے بچاؤ کے لئے شیروانی پہنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہمیشہ دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں سے نوازے، انہوں نے اپنی شیروانی اتار کر مجھے اُس میں لپیٹا، اور نہ جانے کس طرح مجھے گھر لا کر انگیٹھی کے سامنے بٹھایا، تب جان میں جان آئی۔ اس طرح اُس ارشاد نبوی کا سبق تو اُسی دن مل گیا تھا جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"من رعى حول الحمىٰ اوشک ان يقع فيه"

"جو شخص کسی ممنوعہ علاقے کے اردگرد اپنے جانور چرائے، وہ کسی بھی وقت اُس ممنوعہ علاقے میں جا پڑ سکتا ہے۔"

لیکن کاش! کہ اپنے اعمال و اخلاق میں بھی اس سبق پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی ہوتی!

بھائی جان اُس وقت نیلا گنبد میں جامعہ اشرفیہ کی پرانی عمارت کے ساتھ ایک تنگ و تاریک قسم کے

فلیٹ میں رہتے تھے۔اسی فلیٹ کے اوپر کی منزل میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اور سب سے اوپر کی منزل میں جامعہ اشرفیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ، رحمۃ اللہ علیہما، رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب، قدس سرہ، حضرت حکیم الامتؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، اور انہوں نے جامعہ اشرفیہ دراصل امرتسر میں قائم فرمایا تھا، لیکن جب قیام پاکستان کے وقت مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا، تو وہ لاہور منتقل ہوگئے تھے ،اور اس عمارت میں یہ جامعہ اشرفیہ قائم فرمایا جو قیام پاکستان کے بعد قائم ہونے والے مدرسوں میں اولیت کا شرف رکھتا ہے۔حضرت والد صاحبؒ کی ہم کو یہ تاکید تھی کہ جب کبھی لاہور جائیں، تو حضرتؒ کی خدمت میں اہتمام کے ساتھ حاضری دیا کریں۔ چنانچہ اُس وقت جبکہ میری عمر سات سال کی تھی بھائی جان مرحوم کے ساتھ اُن کی خدمت میں بار بار جانا، اور حضرتؒ کی شفقتوں اور دعاؤں سے سیراب ہونا خوب یاد ہے۔اگرچہ حضرتؒ کے مقام بلند کا شعور تو اُس وقت کیا ہوتا ؟ وہ تو اب بھی نہیں ہے، لیکن یہ تأثر اُسی وقت کا یاد ہے کہ حضرتؒ کی مجلس میں جا کر اُس تنگ و تاریک فلیٹ میں بھی ایک عجیب قسم کا نور اور سرور محسوس ہوتا تھا، اور ایسا لگتا تھا کہ ہم شفقت و رحمت کے ایک شامیانے میں آگئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

اسی دوران ایک دن بھائی جان دوکان سے روتے ہوئے گھر آئے، اور بتایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ وفات پاگئے ہیں۔ وہ بہاولپور کی یونی ورسٹی کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے تھے کہ وہیں پر اُن کا انتقال ہوگیا۔انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔اُن کے علمی مقام کا اندازہ اُس بچپن میں کیا ہوتا؟ لیکن اُن کی شفقتوں سے محرومی نے اُس بچپن میں بھی ہمیں مغموم کردیا، اور بعد میں اندازہ ہوا کہ یہ ملک وملت کیلئے کتنا زبردست سانحہ تھا جس سے ملک کے دینی حلقے اُس مرکزیت سے محروم ہوگئے جس نے تمام مکاتب فکر کو وسیع تر ملکی مفادات کی ایک لڑی میں پرویا ہوا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔

ہماری دوسرے نمبر کی بہن محترمہ عتیقہ خاتون صاحبہ، مدظلہا ، جو دیوبند ہی میں رہ گئی تھیں ، اُن کے شوہر جناب منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کا (جو دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ میں ملازمت کرتے تھے) وہاں انتقال ہوگیا، اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے اُنہیں عدت گذار کر پاکستان بلالیا، اور وہ بھی اپنی تین بیٹیوں کے ساتھ لاہور آگئیں، اور پھر ہمارے ساتھ ہی کراچی پہنچیں۔اور جیکب لائن کے کوارٹر ہی کے ایک حصے میں

مقیم رہیں۔ جیکب لائن میں ہمارا قیام تقریباً دوسال رہا۔ اسی دوران میری بڑی بہن محترمہ حسیبہ خاتون (رحمہا اللہ تعالیٰ) کا نکاح ہوگیا، اور وہ رخصت ہوکر سُسرال چلی گئیں۔

جیکب لائن کے یہ کوارٹر سرکاری ملازمین کے لئے بڑے معمولی معیار پر بنائے گئے تھے جن کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں، اور چوروں کو رات کے وقت ان پر چڑھ کر گھر میں کود جانے میں کسی دقت کا سامنا کرنا نہیں پڑتا تھا۔ چنانچہ اس گھر میں چور بہت آیا کرتے تھے، لیکن اس وقت چور بھی غیر ترقی یافتہ ہوتے تھے، اس لئے چپکے سے گھر میں کودنے کے بعد کوئی چھوٹی موٹی چیز ہاتھ لگ جاتی، تو اسی کو غنیمت جانتے تھے، اور اگر انہیں شبہ ہوجاتا کہ کسی گھر والے کی آنکھ کھل گئی ہے، تو جس آسانی سے آتے ہوئے دیوار پھاندی تھی، اسی آسانی سے دیوار پھاند کر واپس چلے جاتے تھے۔ اس طرح چھوٹی موٹی چوریاں ہوتی رہتی تھیں، لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے حج کا ارادہ فرمالیا، اور اس کی تمام کارروائیاں مکمل کرکے جہاز کا ٹکٹ، پاسپورٹ اور شاید غیر ملکی کرنسی بھی ایک بڑے سے بٹوے میں رکھ لی تھی۔ رات کے وقت جب سب سوئے ہوئے تھے، ایک چور آیا، اور خدا جانے کس طرح وہ بٹوا اٹھاکر لے گیا جس میں حج کا سارا سامان موجود تھا۔ حضرت والد صاحبؒ صبح کو اٹھے، تو یہ سارا سامان غائب تھا۔ نہ پیسے تھے، نہ ٹکٹ، نہ پاسپورٹ، اور جہاز کی روانگی اتنی قریب تھی کہ اگر کسی طرح پیسوں کا انتظام ہو بھی جاتا، تو سرکاری کارروائیوں کا وقت نہ تھا، اس لئے حضرت والد صاحبؒ اس سال ساری تیاریوں کے باوجود حج کو نہ جاسکے۔ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کو اللہ تعالیٰ نے ظرافت بھی خوب عطا فرمائی تھی، جب انہیں حضرت والد صاحبؒ نے یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا": حضرت !اب تو وہ چور ہی حج کرے گا۔ "اس قسم کے مواقع پر ہم نے حضرت والد صاحبؒ کے تقدیر پر راضی رہنے کے جس وصف کا ہمیشہ مشاہدہ کیا، وہ کم دیکھنے میں آتا ہے۔

ہماری وہ بہن جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنی تین بیٹیوں کے ساتھ پاکستان آئی تھیں، ان کی آمد کے بعد جیکب لائن کا مکان تنگ پڑ گیا، اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے برنس روڈ کے قریب کیمبل اسٹریٹ پر ایک بلڈنگ میں جو اقبال منزل کے نام سے مشہور تھی، ایک وسیع فلیٹ کرایہ پر لے لیا، اور ہم وہاں منتقل ہوگئے، اور پانچ سال (یعنی 1951ء سے 1956ء تک) وہاں مقیم رہے۔ یہ پانچ سال کئی حیثیتوں سے بڑے مبارک ثابت ہوئے، اور اسی دوران کراچی میں ہمارا قیام مستحکم ہوا۔

بچپن میں پہلا سفرِ حج

یہاں منتقل ہونے کے بعد ایک نعمت تو یہ حاصل ہوئی کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے حج کا ارادہ فرمایا۔ اس سے پہلے سال جیکب لائن کے قیام کے دوران بھی انہوں نے حج کی تمام تیاریاں مکمل کرلی تھیں، لیکن پیچھے لکھ چکا ہوں کہ حج کے پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ کی چوری کی وجہ سے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، حج کو نہ جاسکے تھے۔ اس سال انہوں نے دوبارہ ارادہ فرمایا۔ اُس وقت میری والدہ صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہا، اور ہمارے بھائی جان (جناب مولانا محمد زکی کیفی صاحب مرحوم) بھی سفر میں ساتھ ہوگئے۔ میری عمر اُس وقت آٹھ سال تھی، اور والدہ صاحبہ کا کوئی سفر میرے بغیر ممکن نہیں تھا، اس لئے مجھے بھی اُس چھوٹی سی عمر میں سفرِ حج کی سعادت نصیب ہوگئی۔ چنانچہ ۳۱ رجولائی ۱۹۵۱ء کو ہم اس مبارک سفر پر روانہ ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کے ایک مجازِ صحبت الحاج ظفر احمد صاحب تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، اُس وقت پان اسلامک اسٹیم شپ کمپنی میں انجینئر تھے۔ اسی کمپنی کا ایک پانی کا جہاز سفینۂ عرب کہلاتا تھا جو حج کے موسم میں حاجیوں کو لے جایا کرتا تھا۔ اسی جہاز کے اوپر والے عرشے پر اُنہوں نے ایک وسیع کیبن بک کرایا تھا جس کے ایک حصے میں وہ اپنی اہلیہ محترمہ اور اپنے ایک صاحبزادے مشرف علی صاحب اور ایک صاحب زادی کے ساتھ مقیم تھے، اور دوسرے حصے میں حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ساتھ ہم رہتے تھے۔ اُس عمر میں سفرِ حج کے تقدس کا کچھ کچھ احساس تو مجھے بھی ہو چلا تھا، لیکن اُس کے ساتھ پانی کے جہاز میں سفر کی دلچسپی بھی شامل ہوگئی تھی۔ الحاج ظفر احمد صاحبؒ کے صاحب زادے اور صاحب زادی بھی میرے تقریباً ہم عمر تھے، اور جلد ہی اُن کے ساتھ ایسی بے تکلفی ہوگئی کہ جہاز ہمارے لئے بھاگ دوڑ کا ایک میدان بن گیا۔ اس بھاگ دوڑ سے جو وقت بچتا، میں اس میں حج کی کتاب سے طواف کی دعائیں یاد کرتا تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ سمندر میں بڑا دلچسپ اور پُر کیف گذرا، یہاں تک کہ ایک موقع پر میں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ کو کپتان سے یہ تحقیق کرتے ہوئے دیکھا کہ جہاز یلملم کے سامنے سے کب گذرے گا؟ (اُس وقت تک تحقیق یہی تھی کہ پانی کا جہاز جب یلملم کے سامنے سے گذرے، تو اُسی وقت احرام باندھنا ضروری ہے بعد میں یہ تحقیق بدل گئی جسکی تفصیل جواہر الفقہ میں ہے) چنانچہ جب معلوم ہوا کہ جہاز یلملم کے سامنے سے گذرنے والا ہے، تو سب نے احرام باندھ لئے اور مجھ سے بھی احرام بندھوایا

گیا۔اُس وقت پورا جہاز لبیک کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔اگلے ہی دن ہم جدّہ پہنچ گئے۔

اُس وقت جدّہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ یہاں حاجیوں کے مختصر قیام کیلئے ایک حجاج منزل قائم تھی ، اُسی کے ایک لکڑی سے بنے ہوئے کمرے میں ہمارا قیام ہوا۔کمرے سے زمین کی طرف باہر قدم نکالتے ،تو زمین میں اس قدر نمی تھی کہ جوتوں سمیت ہم اُس میں دھنس جایا کرتے تھے، اور چلنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا۔کھانے کی ایک دوکان تھی جس کی روٹیوں میں سرخ سرخ کیڑے (جنہیں سُرسری کہا جاتا ہے) صاف نظر آتے تھے، اور اُن کو صاف کر کے منہ میں رکھ بھی لیں، تو اُس کی بُو سے سابقہ پیش آتا تھا۔ چنانچہ کھانے کے بجائے کسی اور چیز سے بھوک مٹانی پڑتی تھی ۔سارے جدہ شہر میں پکی سڑکیں گنی چُنی تھیں باقی کچی۔ جب مکہ مکرمہ جانے کا وقت آیا، تو معلوم ہوا کہ بس میں سوار ہونے کے لئے دور کسی اڈے پر جانا ہوگا۔وہاں پہنچے، تو کئی گھنٹے بعد بس آئی، اور مکہ مکرمہ روانہ ہوئی ۔راستہ کچا پکا سا تھا، اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ ہمیں مکہ مکرمہ پہنچنے میں چار سے پانچ گھنٹے لگے تھے۔آخرکار وہ منزل آ گئی جس کا ایک ہفتے سے انتظار تھا۔

وہ منظر بڑا ہی ایمان افروز تھا جب ہم عشاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک دروازہ سا تھا جہاں گاڑی رُکی، تو بہت سے لوگ صراحیوں میں آبِ زمزم لئے کھڑے تھے، اور داخل ہونے والوں کا استقبال سفید خوشبودار کٹوریوں میں زمزم پلاکر کر رہے تھے۔ مکہ مکرمہ کی برکات شروع ہوچکی تھیں۔معلم کے پاس سامان وغیرہ اتارا گیا۔حج کا وقت بہت قریب تھا، اور ہم سب نے "قِران" کا احرام باندھا ہوا تھا۔ چنانچہ اُسی رات حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، ہم سب کو لے کر حرم شریف روانہ ہوئے،حرم شریف میں داخل ہوتے ہی نیلے رنگ کے غلاف میں لپٹے ہوئے بیت اللہ شریف کا وہ منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔اپنی کمسنی کے باوجود میں جلال و جمال کے اس پیکرِ مجسم کو دیکھ کر دم بخود ہوگیا تھا،لیکن مجھے یہ محسوس ہورہا تھا جیسے یہ منظر میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں ۔میرے بڑوں پر گریہ طاری تھا ،اور اسی عالم میں طواف شروع ہوگیا۔راستے میں آتے ہوئے میں حج کی کتاب میں طواف کا طریقہ پڑھتا آیا تھا،تصور نے حجر اسود اور رکن یمانی کی نہ جانے کتنی تصویریں بنائی ہوئی تھیں، اور طواف کی جو دعائیں کتاب میں لکھی تھیں، وہ بھی کچھ نہ کچھ یاد کر رکھی تھیں، لیکن یہاں پہنچ کر سب کچھ بھول چکا تھا، چنانچہ بے سمجھے بوجھے حضرت والد صاحب ،رحمۃ اللہ علیہ، کے پیچھے پیچھے چل کر طواف پورا کیا۔

اب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنی تھی۔ اُس وقت مسعیٰ یعنی سعی کی جگہ اس طرح الگ نہیں تھی جیسی آج ہے، بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان ایک عام سی سڑک تھی جس کے دونوں طرف دوکانیں بھی تھیں، اور اس سڑک پر ہاکروں کے ٹھیلے بھی کھڑے ہوتے تھے، اور گاڑیاں بھی چلتی تھیں۔ انہی دوکانوں اور گاڑیوں کے درمیان سعی بھی کرنی ہوتی تھی۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے شروع میں تو ہم بچوں کو اپنے ساتھ رکھا، لیکن جب دیکھا کہ ہنگامے میں بچوں کے کچل جانے یا گم ہوجانے کا اندیشہ ہے، تو انہوں نے ایک ہاتھ گاڑی کرائے پر لیکر ہم تینوں بچوں کو اُس پر بٹھا دیا، اور گاڑی والے کو تاکید کی کہ وہ ساتھ رہے، ساتھ ہی اُس سے ایک جگہ متعین کرلی جہاں الگ ہوجانے کی صورت میں وہ سعی کے بعد اُن سے مل جائے۔ لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد کسی ریلے میں حضرت والد صاحبؒ، والدہ صاحبہؒ اور بھائی جان، رحمۃ اللہ علیہم، ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے، اور جب اپنے آپ کو ہم نے ایک ایسے اجنبی کے حوالے دیکھا جو نہ ہماری بات سمجھتا تھا، اور نہ ہم اُس کی، تو ہمارا صبر وضبط جواب دے گیا، اور ہم تینوں نے تقریباً رونا شروع کردیا، پھر یاد نہیں کہ کس طرح سعی پوری ہوئی، اور کس طرح ہم حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے ملے۔

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے ایک دوست حاجی داود مائت صاحب مرحوم مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھے، اور انہوں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے فرمایا کہ قیام کسی معلم کے بجائے اُن کے گھر پر ہو۔ اُس وقت کے حرم شریف کا نقشہ دیکھنے والے اب خال خال ہی رہ گئے ہوں گے۔ حرم شریف اُس وقت صرف (قدیم) ترکی عمارت کی حد تک محدود تھا، اور اُس کے چاروں طرف حرم شریف سے بالکل متصل تین تین منزلہ فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ آجکل جہاں باب الفتح کی اندرونی سیڑھیاں واقع ہیں، اُن کے قریب حرم کا ایک چھوٹا سا دروازہ باب الرباط کہلاتا تھا۔ اسی باب الرباط سے سیڑھیاں اُن رہائشی فلیٹوں پر چڑھتی تھیں، اور تیسری منزل پر حاجی داود مائت صاحب مرحوم کا گھر تھا۔ اسی گھر کے ایک ایسے کمرے میں قیام ہوا کہ اس کی کھڑکی حرم شریف میں کھلتی تھی، اور وہاں سے بیت اللہ شریف، میزاب رحمت اور حطیم کا منظر ہر وقت سامنے تھا۔

منیٰ میں اُس وقت تھوڑی سی آبادی بھی تھی، اور حاجی داود مائت صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے منیٰ میں ایک مکان کرائے پر لیا تھا جس میں ہم سب کا قیام ہوا۔ اور اگلے دن عرفات کیلئے روانگی۔ اُس عمر میں مناسک حج کا شعور تو کیا ہوتا؟ اتنا یاد ہے کہ حد نظر تک پھیلے ہوئے خیموں اور تمام انسانوں کا ایک ہی جیسا لباس میرے

لئے ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ گرمی کی شدت کے باوجود لوگ انتہائی جوش وخروش کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے جبل رحمت کی طرف رواں دواں تھے۔ اُس روز گرمی انتہائی شدید تھی، اس کے باوجود حضرت والد صاحبؒ شروع میں جبل الرحمۃ تک پہنچنے کی کوشش میں خیمے سے روانہ ہوگئے، لیکن پھر لوگوں نے بتایا کہ اگر وہاں تک پہنچ بھی گئے، تو واپسی میں خیمے اکھڑنے کی وجہ سے اپنے خیمے تک پہنچنا ناممکن ہوجائے گا، چنانچہ واپس خیمے میں آ کر والدہ صاحبہ اور بھائی جان کے ساتھ نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ وقوف میں مشغول رہے۔

غروب آفتاب کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر مزدلفہ پہنچے۔ مزدلفہ اُس وقت ایک ریتیلا صحرا تھا جہاں چاند کی چاندنی کے سوا کوئی روشنی نہیں تھی، اور کھلے آسمان کے نیچے ٹھنڈی ٹھنڈی ریت دن بھر کی شدید گرمی کے بعد ایک عظیم نعمت تھی۔ سب تھکے ہوئے تھے، لیکن سونے سے پہلے سامان کی حفاظت اس لئے ضروری تھی کہ اُن دنوں وہاں چوری، ڈاکوں کی کافی کثرت ہوا کرتی تھی۔ یہ سعودی حکومت کے بانی سلطان عبدالعزیز، رحمہ اللہ تعالی، کی حکومت کا دور تھا، اور ابھی امن وامان کی صورت حال پوری طرح قابو میں نہیں آئی تھی۔ چنانچہ سب بڑوں نے یہ طے کیا کہ سامان کو بیچ میں رکھ کر اُس کے چاروں طرف بستر لگا لئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حفاظت کا یہ سامان کرنے کے بعد سب لوگ لیٹتے ہی سوگئے۔ صبح جب آنکھ کھلی، تو دیکھا کہ سامان میں سے ایک بکس غائب ہے جس میں ہم گھر والوں کا سارا سامان تھا۔ اس میں احرام کھولنے کے بعد پہننے کے کپڑے بھی تھے اور کچھ نقدی بھی، اور پاسپورٹ وغیرہ بھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت کی غرض سے چونکہ اس بکس کو درمیان میں رکھ کر سب سوئے ہوئے تھے، اس لئے چور سمجھ گیا کہ اصل مال اسی میں ہے جس کی اتنی حفاظت کی جارہی ہے۔ اور اس طرح یہ غیر معمولی حفاظت ہی چوری کا سبب بن گئی۔ متنبّی نے ایسے ہی مواقع کے لئے کہا ہے کہ:

الأمر لله رُبّ مجتهد
ما خاب إلاّ لأنّه جاهد
ومتّقٍ والسّهام مرسلةٌ
يحيد من حابض إلى صارد

یعنی: معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، بہت سے کوشش کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی

کوشش ہی کی وجہ سے ناکام ہوتے ہیں۔ اگر تیر کسی شخص کے سامنے سے آرہے ہوں، تو وہ ان سے بچنے کے لئے ان کے سامنے سے ہٹ کر نشانے سے الگ جا کر کھڑا ہوتا ہے، لیکن تیر بھٹک کر اسی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ ہمارے گھرانے کے تمام افراد اس حالت میں رہ گئے کہ احرام کی چادروں کے سوا اُن کے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ چنانچہ جب اُس روز منیٰ واپس پہنچے، اور قربانی کے بعد احرام کھولنے کا وقت آیا، تو حضرت والد صاحبؒ بھائی جان مرحوم اور میرے پاس پہننے کے لئے کوئی سلا ہوا کپڑا نہیں تھا۔ آخر حاجی داود ہاشم صاحبؒ اور ان کے صاحب زادوں نے اپنے کپڑے پہننے کے لئے دیئے، اور تین دن تک ہم اُنہی کپڑوں میں رہے۔ اب یاد نہیں کہ پاسپورٹ گم ہونے کے بعد حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے کیا انتظام فرمایا تھا۔

جاری ہے.....

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب، رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

روزہ ورمضان کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کو برکتوں والا مہینہ فرمایا، اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو خصوصی انعامات اس امت کو دیئے جاتے ہیں ان کو بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، مقصود اس کا یہ ہے کہ اس مبارک اور مقدس مہینہ کا کوئی لمحہ غفلت، کوتاہی اور اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرنے پائے، چنانچہ ایک خصوصی انعام یہ ہے کہ اس ماہ میں عبادتوں اور نیکیوں کا اجر وثواب بڑھادیا جاتا ہے، اور ایسا بے حد و بے حساب بڑھایا جاتا ہے کہ اس کا اندازہ عقل انسانی سے باہر ہے، چنانچہ بیہقی وغیرہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من تقرب فیہ بخصلۃ کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ**، یعنی جو شخص ماہ رمضان میں کسی نیکی (نفلی عبادت) کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرے تو اس کو اتنا اجر دیا جائے گا جتنا غیر رمضان میں فرض ادا کرنے والے کو اور جو شخص رمضان میں کسی فرض کو ادا کرے تو وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنے والا۔ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرض عبادت پر اتنا اجر وثواب دیا جاتا ہے جو عمر بھر کی نفلی عبادت سے بھی بدرجہا زیادہ ہوتا ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس رب کریم کی داد ودہش کا ـــــــ اور اسلامی اصول وقواعد کے اعتبار سے یہ حقیقت بھی تسلیم شدہ ہے کہ جس زمانہ یا جگہ میں کسی نیکی کا اجر وثواب زیادہ کردیا جاتا ہے، اگر وہاں گناہوں کا ارتکاب کیا جائے تو ان کا وبال بھی زیادہ سخت ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ گناہ کہیں بھی کیا جائے بہرحال گناہ ہے، لیکن وہی گناہ مسجد میں کیا جائے یا مسجد نبوی میں کیا جائے یا خانہ کعبہ میں کیا جائے تو اس میں کس قدر سختی اور شدت پیدا ہوجائے گی۔ لہٰذا ماہ رمضان میں جس طرح نیکیوں کا ثواب زیادہ کردیا جاتا ہے، اسی طرح گناہوں کے وبال اور عذاب میں شدت کردی جائے گی، حدیث میں آیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک فرشتہ یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ اے خیر اور بھلائی کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار آنکھیں کھول اور باز آجا، یعنی چونکہ رمضان میں نیکی کا اجر بڑھادیا جاتا ہے، اس لئے طالب خیر کو اس سنہری موقع سے خوب فائدہ

اٹھانا چاہیے اور برائی کا عذاب بھی زیادہ کردیا جاتا ہے، اس لئے برائی میں مبتلا انسان کو اپنے نقصان سے باز آجانا چاہئے۔

اس مبارک مہینہ کا ایک خصوصی انعام حدیث میں یہ آیا ہے کہ اس مہینہ کو تین حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ کی خصوصی نعمت کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ کے ابتدائی دس دن رحمت ہی رحمت ہیں، درمیان کا عشرہ مغفرت سے بھرپور ہے اور آخری دس دن جہنم کی آگ سے آزادی کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ پہلے عشرہ میں اللہ کی رحمتیں عام مسلمانوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں، اور ہر طلب کرنے والے کو نواز دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کون بے نیاز ہوسکتا ہے، ہمارا وجود، ہماری یہ طاقت وصحت اور ہمارے لئے دنیا بھر کی نعمتیں بلکہ یہ تمام کارخانۂ عالم اسی کی رحمت سے تو ہے، رمضان کے ایام میں ان خصوصی رحمتوں کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ پھر دوسرے عشرہ میں اس رحمت کے ساتھ ایک اور نعمت کا اضافہ ہوجاتا ہے، جو مغفرت ہے، مغفرت سے مراد گناہوں کا بخشا جانا ہے، ویسے تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دروازہ کھلا رہتا ہے جب بھی کوئی خطا کار اپنی خطا پر نادم ہوکر اس سے مغفرت طلب کرے تو وہ مغفرت فرمادیتا ہے، لیکن رمضان کے درمیانی عشرہ میں اس کی مغفرت کی شان ہی نرالی ہوجاتی ہے، بات بات پر مغفرت فرماتا ہے اور ایسی کہ اس کی حقیقت اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد معلوم ہوگی، لاکھوں کی مغفرت فرماتا ہے اور ایسے لاکھوں کی جو مستحق عذاب ہوچکے تھے، بے شمار گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے اور بعید نہیں کہ عمر بھر کے گناہوں کو بخش دے۔

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو رمضان میں چار کام کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ میں چار چیزوں کی خوب کثرت رکھو، ان میں سے دو چیزیں ایسی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی ایک یہ کہ کثرت سے کلمہ طیبہ **لاالہ الا اللہ** پڑھتے رہا کرو، دوسری یہ کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہا کرو، اور دو چیزیں ایسی ہیں جو تمہارے لئے بے انتہا ضروری ہیں ان سے کسی بھی حالت میں بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ ایک یہ کہ بکثرت جنت کی دعا مانگو اور دوسری یہ کہ بکثرت جہنم کی آگ سے پناہ طلب کرتے رہو۔

رمضان کے آخری عشرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم سے نجات کا عشرہ قرار دیا، رحمت اور مغفرت کے ساتھ یہ انعام بھی ملتا ہے او وہ بھی اس قدر عام کہ سال کے دوسرے دنوں میں ایسا عموم نہیں ہوتا، بہت سی حدیثوں میں رمضان کے اس خصوصی انعام کا بیان آیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رمضان میں روزانہ

اللہ تعالیٰ ایسے لاکھوں بندوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں جو اس کے مستحق ہو چکے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس دن میں اتنے لوگوں کو جہنم سے نجات عطا فرماتے ہیں جتنوں کو یکم رمضان سے اس آخری دن تک نجات عطا فرمائی ہے، اور ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ رمضان کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے اور ان کو جہنم سے آزاد کردیا جاتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا یہ مغفرت اور نجات شب قدر کی وجہ سے ہوئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (شبِ قدر کے فضائل تو اس کے علاوہ مستقل ہیں) بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ مزدور کو کام مکمل ہوجانے پر اس کی مزدوری دے دی جاتی ہے، مطلب یہ ہے کہ روزہ داروں نے اپنا کام مکمل کرلیا، اس لئے رب کریم نے ان کو ختم رمضان کے انعام سے مغفرت اور جہنم سے نجات دینے کی صورت میں نوازا۔

چونکہ رمضان کے خصوصی انعامات میں سے رحمت، مغفرت اور جہنم سے نجات حاصل ہونا ہے اس لئے اس مبارک وقت کو غفلت، بلکہ گناہوں میں گزار دینا بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کی بددعا سے ایسا غافل انسان بچ نہیں سکتا۔ جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو بلند آواز سے آمین کہا، اسی طرح دوسری اور تیسری سیڑھی پر بھی قدم رکھ کر آمین کہا۔ حضرات صحابۂ کرام کو اس خلافِ معمول بات پر تعجب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے بددعا کی کہ خدا کرے وہ شخص تباہ و برباد اور ہلاک ہوجائے جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، اس پر میں نے بھی آمین کہا، مطلب یہ ہے کہ جو شخص رمضان میں بھی اپنی بداعمالیوں کوتاہیوں، نافرمانیوں اور گناہ آلود زندگی سے باز نہ آیا، اور رمضان میں کرنے کے جو خاص کام ہیں جن سے مغفرت بھی ہوجاتی ہے اور رضائے الٰہی بھی حاصل ہوتی ہے یعنی روزہ، تراویح اور استغفار وغیرہ۔ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی تو ایسے شخص کی مغفرت کا اور کون سا وقت آئے گا۔ پھر جس کی مغفرت نہ ہو اور نہ رحمتوں سے اس کو نوازا جائے تو اس کی ہلاکت و بربادی میں کوئی شک نہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔

روزہ دار کی مدد

اسلام میں کسی مسلمان کی مدد کرنا خواہ نیک ہو یا بد، امیر ہو یا غریب بڑے اجر و ثواب کا سبب ہے جیسا کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے، پھر وہ مسلمان جو کسی عبادت میں مشغول ہو اس کی مدد کرنا تو بہت ہی اجر وثواب کا کام ہوگا۔ روزہ جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک بہت بڑی عبادت اور اسلام میں نماز کے بعد مرتبہ رکھنے والی چیز ہے اس کو ادا کرنے والے کی مدد کرنا جس کا اسلام نے حکم بھی دیا ہے اتنے عظیم اجر وثواب کا ذریعہ ہے جس کا تصور ہماری محدود عقل نہیں کرسکتی۔

عام طور پر "مدد" کے لفظ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ "مدد"، حاجتمند، غریب، فقیر اور مستحق شخص کی ہونی چاہئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ مدد قرآن وحدیث میں اس قدر عام، جامع اور محیط ہے جس میں، امیر وغریب، نیک وبد، مسلم وکافر حتی کہ انسان وحیوان بھی داخل ہوجاتے ہیں البتہ مدد کی نوعیت ہر ایک کے ساتھ مختلف ہوگی۔

"روزہ دار کی مدد" کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مختلف انداز سے آیا ہے، اس کو بنیادی طور پر دو صورتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ اس کی مدد دنیا کی مادّی اشیاء اور سامان خور ونوش کے ذریعہ کی جائے کہ روزہ دار کا روزہ افطار کرادیا جائے، اس کو کھانا کھلا دیا جائے یا کچھ پکا کر اس کے گھر بھیج دیا جائے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

من فطر فیه صائما کان مغفرة لذنوبه و عتق رقبته من النار و کان له مثل اجره من غیر ان یُنقص من اجره شیٔ .

یعنی جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے تو اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے اور وہ دوزخ کی آگ سے نجات بھی پالے گا اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا، اور روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس پر صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہر شخص تو اتنی گنجائش نہیں رکھتا کہ وہ کسی کو افطار کرادے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے افطار کرانے والے یا تھوڑی سی لسّی اور پانی کا گھونٹ پلانے والے کو بھی مرحمت فرمادیتے ہیں؛ یہی حکم اس مدد کا ہوگا جو گرمی کے وقت میں سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ کا یا دھوپ میں چلنے سے محفوظ رکھنے کیلئے سواری وغیرہ کا انتظام کرکے، روزہ دار کی کی جائے، دوسری صورت روزہ دار کی اخلاقی مدد کرنے کی ہے جس کے بہت سے پہلو ہیں، چنانچہ اپنے زیر کفالت متعلقین جب روزہ دار ہوں تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی اور نرمی کا برتاؤ کرلینا ہی ان کی مدد ہے، گھر کی خواتین اور اہل وعیال جو روزہ کی حالت میں اپنی ذمہ داریاں ادا کررہے ہوں تو محض ان کے روزہ دار ہونے کی وجہ سے ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرکے نرمی کا برتاؤ کرنا

گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت کا ذریعہ ہے، اپنے نوکر، خادم اور ملازم اگر روزہ دار ہوں تو ان کے کام میں تخفیف کردینا بھی ان کی مدد ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس مہینہ میں اپنے (روزہ دار) خادم کا کام ہلکا کردے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرمادیتے ہیں، اس اخلاقی مدد کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اپنا روزہ نہ ہو تو روزہ دار کے سامنے بے حیا بن کر کھانے پینے سے گریز کیا جائے، فاروق اعظم نے ایک ایسے ہی بے حیا کو سزا دی تھی، اس کی اخلاقی مدد کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے سامنے ایسی باتوں کا ایسے معاملات کا تذکرہ نہ کیا جائے جن سے اس میں غصہ اور اشتعال پیدا ہو، ممکن ہے اس کی زبان سے بیہودہ باتیں کسی کی غیبت یا چغلی نکل جائے اور اس کا روزہ برباد ہوجائے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ برائی سے روکنے کی ڈھال ہے، لہٰذا جو شخص روزہ رکھے اس کو چاہئے کہ وہ لغو اور فحش باتیں نہ بکے اور نہ جہالت یعنی غصہ کرے، اللہ تعالیٰ ہماری نیکیوں کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

روزۂ رمضان کی اہمیت

مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة و لا مرض لم یقضه صوم الدهر کله و ان صامه

یعنی جو شخص (قصداً) بغیر کسی عذر شرعی یا بیماری کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ نہ رکھے تو غیر رمضان میں اگرچہ وہ تمام عمر روزے رکھتا رہے اس ایک روزہ کا بدل نہیں ہوسکتے۔

مطلب یہ ہے کہ رمضان کے ایک روزہ میں وہ اجر و برکت اور فضیلت رمضان ہونے کی وجہ سے پیدا ہوگئی جو غیر رمضان میں تمام عمر کے روزوں کے اندر نہیں، ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں کو قرار دیا ہے، سب سے اوّل توحید و رسالت پر ایمان پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، اور روزہ سے رمضان کے روزے مراد ہیں جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رمضان کے روزے ہر مؤمن پر اسی طرح فرض ہیں جس طرح نماز، لہٰذا رمضان کے ایک ایک روزہ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہوگئی اور کیوں نہ ہو جب کہ فرض عبادت کا اتنا عظیم مرتبہ ہوتا ہے کہ عمر بھر کی نفلی عبادت اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی، اگر کوئی شخص فرض نماز چھوڑ دیتا ہے تو اگرچہ

عمر بھر وہ نفل نمازیں پڑھتا رہے اس ایک فرض کا بدل وہ نہیں ہوسکتیں، یہی صورت روزۂ رمضان میں ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے معلوم ہورہا ہے، اس میں عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو فرض عبادات کو تو اہمیت نہیں دیتے، لیکن نوافل کا ایسا اہتمام کرتے ہیں کہ باید وشاید۔

اسلام نے اپنے تمام احکام میں آسانی اور سہولت کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِيْ الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ! (الحج : ۳۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں فرمائی لیکن خصوصیت کے ساتھ روزہ کے احکام میں تو ہر اعتبار سے اس آسانی کا لحاظ فرمایا گیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں روزہ کے سلسلہ میں فرمایا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ !(البقرة :۱۸۵) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی اور تنگی بالکل نہیں چاہتا لہٰذا ہر ایسے موقعہ پر جہاں روزہ رکھنے میں داخلی یا خارجی عوارض کی وجہ سے ناقابل تحمل مشقت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو روزہ کو مؤخر کرنے یا اس کا فدیہ ادا کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَامٍ اُخَرَ! (البقرة :۱۸۵) یعنی جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کرے، مطلب یہ ہے کہ اگر فی الحال ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے یا فی الحال تو مریض نہیں لیکن کوئی مسلمان متقی ماہر ڈاکٹر روزہ رکھنے کی صورت میں کسی مہلک یا سخت بیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر کرتا ہے تو اس وقت ایسے شخص کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے اور ان چھوڑے ہوئے روزوں کو کسی دوسرے مناسب وقت میں جلد از جلد پورا کر لینے کی اجازت ہے۔

اسی طرح حالت سفر میں بھی روزہ رکھنے سے ناقابل تحمل تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں بھی یہی حکم ہوگا، البتہ اگر ایسی تکلیف کا خطرہ نہیں ہے تو روزہ رکھ لینا چاہئے اور اگر کسی دائمی عذر میں گرفتار ہے اور مستقبل میں بھی طاقت وتوانائی کی کوئی توقع نہیں جیسے وہ بوڑھا شخص جو عمر کے آخری مرحلہ میں ہو اور کمزور و ناتواں ہوگیا ہو یا ایسا بیمار جس کے بیماری سے شفایاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو ایسے معذور کو روزہ چھوڑنے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کا کھانا دینے کی اجازت دی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

اس قسم کی ہر ممکن سہولت دینے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بدباطنی کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو یقیناً وہ سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ بلا عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنا عذاب آخرت کا سبب تو ہے ہی لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں انسان اپنے ذاتی فوائد اور انسانیت کے شرف سے بھی محروم رہتا ہے، قرآن کریم میں

روزہ کا مقصود نہایت جامع مگر مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرۃ:۱۸۳) یعنی تم پر رمضان کے روزے اس لئے فرض کئے گئے تا کہ تم تقوی حاصل کرو، تقوی سے مراد اپنی خواہشات پر قابو پانا، اپنے آپ کو جذبات کے طوفان سے محفوظ رکھنا اور خود کو انسانیت کے مرتبۂ کمال تک پہنچانا ہے، دوسرے لفظوں میں برائیوں سے خود کو بچانا اور چھائیوں کا خوگر بنانا تقوی کہلاتا ہے، یہ مقصود دوسری عبادتوں سے بھی حاصل ہوتا ہے لیکن اس کی تکمیل روزہ سے ہوتی ہے، روزہ رکھنے والے کے لئے دوسری نیکیاں آسان ہوجاتی ہیں، اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ساری عبادتوں کا دروازہ ہے، یعنی روزہ سے خود بخود دوسری عبادتوں کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ آسان ہوجاتی ہیں۔

انسانیت واخلاق کی انہیں اعلیٰ قدروں کو کامل طریقہ سے حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ اور فریب کاری کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص نے روزہ کے مقصود کو نظر انداز کرکے اخلاقی گراوٹ کا ثبوت دیا ہے، اس لئے اس کا روزہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ (برائیوں سے روکنے کی) ڈھال ہے، لہٰذا روزہ دار کو چاہئے کہ وہ لغو، بیہودہ، بیکار فحش باتیں نہ کرے اور نہ جہالت کا کوئی کام کرے یعنی غصہ اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرے، حتی کہ اگر کوئی اس سے لڑنے پر آمادہ ہوجائے اور گالیاں بھی دے تب بھی یہ کہہ کر خاموش رہے کہ میں روزہ سے ہوں، چونکہ روزہ کی حالت میں مزاج میں چڑچڑاپن اور طبیعت میں غصہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے بعض اوقات تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اچھی بات پر لڑنے کو دل چاہتا ہے، بالخصوص جب کوئی آمادۂ پیکار ہوجائے تو صبر وضبط مشکل ہوجاتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے روزہ دار کو خصوصیت سے بچنے کی تاکید فرمائی، تاکہ روزہ کا جو مقصود ہے یعنی صبر وضبط وہ فوت نہ ہوجائے، اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ انفرادی اور اجتماعی ترقی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک انسان صبر وضبط کا خوگر نہ ہو، غالباً یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں روزہ کسی نہ کسی صورت میں لازم رہا ہے، کہ اس کے بغیر نہ انسانیت میں کمال پیدا ہوتا ہے اور نہ دنیا وآخرت کی ترقی حاصل ہوسکتی ہے۔

ظاہر ہے کہ روزہ نہ رکھنے والا جب مذکورہ بالا فوائد سے محروم اور آخرت میں مستحق عذاب ٹھہرا تو اس سے زیادہ بدقسمت اور کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا وآخرت کے خسارہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

☆☆☆

خاموشی۔ ذریعۂ نجات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَمَتَ نَجَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. (مِشْكٰوةُ الْمَصَابِيْحِ ص ٤١٣)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ عنہ، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

تشریح: یہ مختصر ترین حدیث شریف صرف ایک چھوٹے سے جملہ بلکہ صرف تین لفظوں پر مشتمل ہے لیکن اس میں دنیا و آخرت کی نجات کا ذریعہ بتا دیا گیا ہے، کہ اگر انسان فضول بولنے کی عادت ترک کر دے اور حتی الامکان خاموشی کا راستہ اختیار کر لے تو دنیا میں فتنوں سے اور آخرت میں گناہوں سے اس کی نجات ہو جاتی ہے ''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے فتاوی عثمانی ص ۳۷۶ ج ۲ میں لحوق وعدم لحوق طلاق سے متعلق تفصیلی بحث فرمائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو تین مرتبہ حرام کہنے سے بیوی پر صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور بعد کی دو طلاقیں اس سے ملحق نہیں ہوں گی۔

ص ۳۹۸ ج ۲ میں مستفتی نے لکھا ہے کہ ہم پانچوں اشخاص نے اپنی اپنی بیویوں کے نام لے کر تین تین دفعہ یہ الفاظ کہے کہ "ہم پر اپنی عورت بشرع محمدی حرام ہو، اگر غوث محمد ولد نور محمد کو مندرجہ ذیل اشخاص نے اغواء نہ کیا ہو"۔

اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے ان تمام افراد کی بیویوں پر تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ بندہ کے ناقص فہم میں بظاہر تعارض کا شبہ ہو رہا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بارے میں بندہ کا خلجان دور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اُن کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

مولوی ریاض احمد
مدرس دارالعلوم سعیدیہ اوگی ضلع مانسہرہ

الجواب حامدا ومصلیا

فتاویٰ عثمانی اور سابقہ فتویٰ میں مکرر غور کرنے سے آپ کی بات درست معلوم ہوتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ بیوی کو منجزاً تین بار لفظِ حرام کہنے سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور "البائن لایلحق البائن" کے ضابطہ کی رو سے دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ فتاویٰ

عثمانی (۳۷۶/۲) میں مذکور ہے، نیز اگر مستقبل کے کسی ایک فعل پر تین مرتبہ لفظِ حرام کہہ کر تین طلاقیں معلق کی جائیں تو چونکہ اُس فعل کے پائے جانے کی صورت میں تمام معلق طلاقوں کا وقوع دفعۃً واحدۃً ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں تمام معلق طلاقوں کا وقوع دفعۃً واحدۃً ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی جیسا کہ سابقہ فتوے (۲۸/۱۸۴۰) میں مذکور ہے۔ لیکن فتاویٰ عثمانی (۳۹۸/۲) کے جس سوال وجواب کے بارے میں آپ نے استفسار کیا ہے اُس میں ماضی میں ہونے والے کسی فعل پر تین مرتبہ لفظِ حرام کہہ کر طلاقیں معلق کی گئی ہیں، جبکہ وہ فعل واقع ہوچکا تھا، لہٰذا یہ صورت اگرچہ ظاہراً تعلیق کی ہے مگر درحقیقت یہ تنجیز ہے کہ جب پہلی مرتبہ پانچ اشخاص نے یہ جملہ کہا کہ "ہم پر اپنی عورت بشرعِ محمدی حرام ہو اگر غوث محمد ولد نور محمد کو مندرجہ ذیل اشخاص نے اغواء نہ کیا ہو" تو چونکہ مندرجہ اشخاص نے نور محمد کو اغواء نہیں کیا تھا جیسا کہ بعد میں معلوم ہوگیا تو پہلی مرتبہ یہ جملہ کہتے وقت ہی شرط پائی گئی اور اس جملہ سے پانچوں اشخاص کی بیویوں پر ایک ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اس کے بعد جب دوسری اور تیسری مرتبہ یہی جملہ دُہرایا تو مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی بشرطیکہ تین طلاق کی نیت نہ ہو (لان البائن لا یلحق البائن)، البتہ اگر انہوں نے تین طلاق کی نیت سے یہ جملہ کہا ہو تو چونکہ کنایہ میں تین کی نیت معتبر ہے اس لئے اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

فی المحیط البرهانی: (۲۴۸/۵ ، ادارة القرآن کراچی)

وسئل نجم الدین عمن قال : حلال الله علیّ حرام ، وما أحنث بیمینی فهو علیّ حرام إن کنت فعلت کذا وقد کان فعل ذلک الفعل ؟ قال : تقع تطلیقة واحدة بائنة ، نوی أو لم ینو ، دخل بها أو لم یدخل ، لأن کل واحد من اللفظین بائن عندنا ، وقد تکلم بهما وعلّقهما بفعل قد فعله ، والتعلیق بفعل موجود کائن تنجیز ولیس بتعلیق فکأنه نجز وما علّق ، فقال حلال الله علیّ حرام وما أخذت بیمینی فهو علیّ حرام فهناک تقع الأولی وتبطل الثانیة ، کذا ههنا، بخلاف ما إذا علّقهما بفعل فی المستقبل فإن هناک إذا فعل ذلک الفعل تقعان جمیعاً؛ لأن هناک اللفظان تعلّقا بذلک الفعل جمیعاً فیوجدان جمیعاً عند وجوده . (کتاب الطلاق ، الفصل السابع والعشرون فی المتفرقات)

و فی الفتاویٰ البزازیة: (کتاب الطلاق ، الفصل الثانی فی الکنایات وفیه اجناس ، الاول)
حلال الله علیک حرام أو ما أخذت نفسی بیمینی علیه حرام إن کنت فعلت کذا وکان فعل یقع واحدة نوی أولا مدخولة أم لا .

وفی جامع الفصولین :
قال حلال الله علی حرام وما أخذت بیمینی فهو علی حرام إن کنت فعلت کذا وکردست تبین نوی أو لا دخل بها أو لا ، بخلاف تعلیقه بفعل فی المستقبل .

وفی الدر المختار: (۴۳۸/۳)
قال ثلاث مرات حلال الله علی حرام إن فعلت کذا ووجد الشرط وقع الثلاث .

وفی الشامیة تحتهٗ :
(قولهٗ : وقع الثلاث) لأن البائن یلحق البائن إذا کان معلقا لأنه حینئذ لا یصلح جعله خبرا عن الأول کما مر فی بابه .

وفی البحر الرائق :
قال ثلاث مرات حلال الله علیه حرام إن فعل کذا و وجد الشرط وقع الثلاث کذا فی البزازیة .

جواب صحیح ہے، اور اس تنبیہ کرنے پر بندہ آپ کا شکر گزار ہے۔ فتاوی عثمانی میں بھی ایک حاشیہ کا اضافہ کر کے اس کی تصحیح کی جا رہی ہے۔
بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۸-۲-۱۴۳۹ھ

(بندہ محمود الحسن عفی عنہ)
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۲۵/صفر الخیر ۱۴۳۹ھ
15/نومبر 2017ء
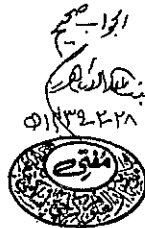
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ غَرَسَ غَرَسًا فَأَكَلَ مِنْهُ اِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيْ۔بَابُ رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ).

ترجمہ: سیدنا حضرت انس بن مالک، رضی اللہ عنہ، سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا: کہ جو مسلمان بھی کوئی پودا لگائے اور اس پودے سے کوئی انسان یا جانور کھائے تو لگانے والے کو اس پودے کی وجہ سے صدقہ کا ثواب ملے گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مضمون واضح ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی یا کسی مباح زمین میں پودا لگائے، کاشت کرے، شجر کاری کرے، مردہ زمین کو زندہ کر کے اسے سرسبز کر دے اور مخلوق خدا کو اس کا فائدہ پہنچے تو اس کا یہ عمل اعمال صالحہ میں شامل ہے، صدقہ کے مساوی ہے اور جب تک مخلوق خدا کو اس کا فائدہ پہنچتا رہے گا اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

شراب پینا

شراب پینا قرآنِ کریم کی صریح نص کی رُو سے حرام اور ناجائز ہے، چاہے تھوڑی مقدار پی جائے یا زیادہ، اور یہ ایک بُری لعنت ہے، جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق بنتا ہے، اور دنیا میں شراب پینے والا آخرت کی شراب سے محروم رہے گا۔ نیز حدیث شریف کی رُو سے یہ حرام فعل تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے، کیونکہ شراب پینے کے بعد انسان اپنے ہوش وحواس کھودیتا ہے اور اس کی عقل پر پردہ آجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح وغلط اور اچھے وبُرے کے درمیان فرق نہیں کرسکتا، چنانچہ وہ زبان سے اول فول بکتا ہے اور کبھی کسی کو مار کر تکلیف پہنچاتا ہے اور ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے جس سے آپس کی دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔

قرآن کریم میں سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰) اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (آسان ترجمہ قرآن: ۱/۳۶۵)

تشریح

اس آیتِ کریمہ میں شراب پینے کے چند بڑے بڑے نقصانات بتائے گئے ہیں:

(۱)۔۔۔اول یہ کہ دوسری تین چیزوں کے ساتھ شراب کو بھی "رجس" فرمایا ہے، اور "رجس" عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، اور یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقلِ سلیم اور طبعِ سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ہی ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔

(۲)۔۔۔دوسرے یہ کہ شراب شیطانی کام اور بغض ودشمنی کا سبب ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ شراب کے نشہ میں آدمی سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو آپس کے لڑائی جھگڑوں اور جنگ وجدل کا سبب بنتی ہیں۔

(۳)۔۔۔تیسرے یہ کہ شراب، اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرنے والی اور روکنے والی ہے، اور شراب میں اللہ کی یاد اور نماز سے غافل ہونا تو ایسا نقصان ہے جو ہماری نظروں کے سامنے ہے، جب کوئی شخص شراب پینے میں لگ جاتا ہے تو اُسے اللہ کے ذکر اور نماز کا بالکل ہوش نہیں رہتا اور نماز کی طرف اُسے ذراسی بھی توجہ نہیں ہوتی، یہاں تک کہ نماز کا پورا وقت گذر جاتا ہے، اور پھر معلوم نہیں کہ قضا کی توفیق بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں اس کی مذمت وشناعت بیان فرمائی ہے، ذیل میں چند احادیثِ طیبہ ملاحظہ ہوں:

حدیث نمبر۱

عن ابن عباس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " اجتنبوا الخمر فانها مفتاح كل شر" (شعب الايمان . ۴۰۸/۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شراب سے بچو، بیشک یہ ہر بُرائی کی کنجی ہے۔

حدیث نمبر۲

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "كل مسكر خمر وكل مسكر حرام ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها لم يتب لم يشربها في الآخرة " (صحيح مسلم . ۱۵۸۷/۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے، اور جو شخص دنیا میں شراب پیے گا اور اس حال میں مرگیا کہ وہ شراب کا عادی تھا اور شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیے گا (یعنی جنت کی شراب سے محروم ہوگا اگر جنت کا داخلہ نصیب ہوگیا)

حدیث نمبر۳

عن جابر أن رجلا قدم من جيشان وجيشان من اليمن فسأل النبى صلى الله عليه وسلم عن شراب يشربونه بأرضهم من الذرة يقال له المزر فقال النبى صلى الله عليه وسلم أو مسكر هو قال نعم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام ان على الله عزوجل عهدا لمن يشرب المسكر أن يسقيه من طينة الخبال قالوا يارسول الله وماطينة الخبال قال عرق أهل النار أو عصارة أهل النار (صحيح مسلم . ۱۵۸۷/۳)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقہ میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے، لوگ اسے پیتے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیے گا اللہ تعالیٰ اُسے "طینۃ الخبال" سے پلائے گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! "طینۃ الخبال" کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے۔

حدیث نمبر۴

وعن أبى الدرداء قال :أوصانى خليلى أن لاتشرك بالله شيئا وان قطعت

وحرقت ولاتترک صلاة مکتوبة متعمدا فمن ترکها متعمدا فقد برئت منه الذمة ولاتشرب الخمر فانها مفتاح کل شر. رواه ابن ماجه (مشکاة المصابیح . ۱/۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ کسی بھی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگر چہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے، اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا، اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے۔

حدیث نمبر ۵

عن أبی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : مدمن الخمر کعابد وثن (سنن ابن ماجه . ۲/۱۱۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب کا عادی بُت پرست کی طرح ہے۔

تشریح: جس طرح قرآن کریم کی آیتِ کریمہ میں حق تعالیٰ نے شراب کو بُت پرستی کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اسی طرح اس حدیث شریف میں بھی شراب نوشی کو بُت پرستی کے برابر کہا گیا ہے تا کہ اس کی بُرائی کھل کر واضح ہو سکے اور دل میں نفرت پیدا ہو کہ یہ فعل کفر سے قریب ہے، کیونکہ شراب، نماز سے روکتی ہے جبکہ نماز شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس طرح ایمان سے دوری پیدا کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۶

عن سالم بن عبدالله بن عمر أنه سمعه یقول حدثنی عبدالله بن عمر أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ثلاثة قد حرم الله علیهم الجنة مدمن الخمر والعاق والدیوث الذی یقر فی أهله الخبث .(مسند أحمد . ۹/۲۷۲)

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت کو حرام کر دیا ہے:

(۱)۔۔ایک شراب کا عادی (۲)۔۔دوسرا وہ جو والدین کا نافرمان ہو۔(۳)۔۔تیسرے دیوث جو اپنے گھر والوں میں بدکاری کو رہنے دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۷

عن أبی علقمة مولاهم وعبدالرحمن بن عبدالله الغافقی أنهما سمعا ابن عمر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه". (سنن أبی داود . ۳/۳۶۶)

ترجمہ: حضرت ابوعلقمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے اور بنوانے والے پر اور جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے ان سب پر لعنت بھیجی ہے۔

فائدہ: جو لوگ اپنی دکانوں پر شراب بیچتے ہیں، یا اپنے ہوٹلوں میں شراب پلاتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کر لیں کہ روزانہ کتنی لعنتوں کے مستحق ہوتے ہیں، شراب کا بنانے والا تو مستحقِ لعنت ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ شراب کا بیچنے والا، پینے والا، پلانے والا، اٹھا کر لے جانے والے سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

حدیث نمبر ۸

عن بن حجيرة أنه سمع أبا هريرة رضی الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من زنا وشرب الخمر نزع الله منه الايمان كمايخلع الانسان القميص من رأسه" (المستدرک . ۱/۲۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ حجیرہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے زنا کیا اور شراب پی، اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال دے گا جیسے انسان کرتہ کو اپنے سر سے نکال دیتا ہے۔

ذخیرۂ احادیث میں سے ہم نے چند احادیثِ طیبہ یہاں نقل کی ہیں جن سے شراب پینے کی حرمت اور مذمت واضح ہوتی ہے، اس لئے ہر شخص کو شراب نوشی سے مکمل اجتناب کرنا لازم ہے، خواہ تھوڑی مقدار ہو یا زیادہ۔ اسی طرح شراب کی خرید وفروخت سے بھی بچنا لازم ہے، کیونکہ حدیث شریف میں خریدنے والے اور بیچنے والے سب پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ نیز مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف شراب ہی نہیں بلکہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے، کھانے کی چیز ہو یا پینے کی چیز۔ آجکل نشہ لانے والی بہت چیزیں رواج میں آگئی ہیں مثلاً ہیروئن، چرس، افیون اور بھنگ وغیرہ، جن کا بطورِ نشہ استعمال حرام ہے، اور ان چیزوں کے استعمال سے جانیں بھی تباہ ہوتی ہیں اور مال بھی برباد ہوتا ہے اور آخرت کی جو سزا ہے وہ مستقل ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس بُری عادت سے توبہ کرنی چاہئے، مسند احمد میں ایک طویل روایت ہے جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ کوئی گھونٹ شراب کا پئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا، اور جو شخص میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں میں سے پلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مرحوم پر چار طرح احسان کرنا

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ انتقال کرچکے، کوئی صورت ایسی ہوسکتی کہ میں اپنے ماں باپ پر احسان کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں چار طریقے سے تو اُن کے ساتھ احسان کرسکتا ہے۔

- ایک تو ان کے حق میں دُعا کرنا۔
- دوسرے جو (اچھی) وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا۔
- تیسرے جو دوست اُن کے ہیں اُن کی تعظیم اور عزت کرنا۔
- چوتھے، جو اُن کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا۔ (نور الصدور ص ۱۲۵)

مولانا محمد حنیف خالد صاحب

سندھ، ضلع تھرپارکر میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی رفاہی خدمات

تعمیرِ مسجد کی مخصوص فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ (صحیح مسلم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے مسجد تعمیر کرتا ہے، اگرچہ وہ مسجد "قطاۃ" پرندے کے گھونسلے کے برابر ہی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کردیتا ہے۔ مسند ابی داؤد الطیالسی، (۳۶۹:۱)

اللہ کے لئے مسجد بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بناتا ہے نہ کہ لوگوں کو دکھانے، سنانے کے لئے اور اپنا نام نمایاں کرنے کے لئے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس شخص کے لئے جنت میں مکان بنادیتا ہے، کوئی شخص مسجد کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ بنائے اسے اس کا بدلہ اسی طرح دیا جائے گا جس طرح کسی بڑی اور عالی شان مسجد بنانے والے کو دیا جائے گا، چنانچہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ اگرچہ وہ مسجد بٹیر کے گھونسلہ کی مانند ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو نیت کو دیکھتا ہے، اگر کوئی شخص دنیا کی شہرت اور نمائش کے جذبہ سے بالاتر ہوکر محض خدا کی رضا وخوشنودی کی غرض سے، پورے اخلاص کے ساتھ مسجد بناتا ہے تو وہ جنت میں خدا کی طرف سے ایک مکان کا حقدار ہوگا اگرچہ اس کی بنائی ہوئی مسجد کتنی چھوٹی اور مختصر کیوں نہ ہو۔ (مظاہر حق، ۴۱۹:۱)

کنواں کھدوانا بہترین صدقہ ہے

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (میں نے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم! اُمّ سعد (یعنی میری ماں) کا انتقال ہوگیا ہے (ان کے ایصال ثواب کے لئے) کون سا صدقہ بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانی" چنانچہ حضرت سعدؓ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) کنواں کھودا اور کہا کہ یہ اُمّ سعد (یعنی میری ماں) کے لئے صدقہ ہے۔" (ابوداود، نسائی) (مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۶۹)

یوں تو خدا نے جو بھی چیز پیدا کی ہے وہ خدا کی نعمت ہے لیکن انسانی زندگی میں پانی کو جو اہمیت ہے اس کے پیش نظر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ خدا کی ان بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جن کے بغیر انسانی زندگی کی بقا ممکن نہیں، پھر مخلوق خدا کے لئے اس کی ضرورت اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ قدم قدم پر انسانی زندگی اس کے وجود اور اس کی فراہمی کی محتاج ہوتی ہے، چنانچہ کیا دنیا اور کیا آخرت سب ہی امور کے لئے اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پر ان شہروں اور علاقوں میں پانی کی اہمیت کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے جو گرم ہوتے ہیں جہاں پانی کی فراہمی آسانی سے نہیں ہوتی، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "پانی" کو بہتر صدقہ ارشاد فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ پانی کے حصول کا ہر ذریعہ خواہ کنواں ہو یا نل وتالاب بہترین صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک وہ ذریعہ موجود رہتا ہے اس کو قائم کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے نوازا جاتا ہے۔(مظاہر حق ،۲: ۲۲۰)

پانی ،نمک ،اور آگ دینے سے انکار نامناسب ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ، رضی اللہ عنہا ، کے بارے میں روایت ہے کہ (ایک دن) انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا درست نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانی ،نمک اور آگ" حضرت عائشہ، رضی اللہ عنہا، فرماتی ہیں کہ میں نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ: یارسول اللہ! پانی کا معاملہ تو ہمیں معلوم ہے (کہ یہ خدا کی ایک ایسی عام نعمت ہے جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہے اور کیا انسان اور کیا حیوان ساری ہی مخلوق کی ضرورتیں اس سے وابستہ ہیں اس لئے اس سے منع کرنا بہت زیادہ تکلیف وضرر کا باعث بن سکتا ہے) لیکن نمک اور آگ کی بات سمجھ میں نہیں آئی (کہ یہ دونوں چیزیں پانی کی طرح نہیں ہیں اور بظاہر بالکل حقیر وکمتر چیزیں ہیں جن کا دیا جانا اور نہ دیا جانا کیا حیثیت رکھ سکتا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمیراء! (یہ مت سمجھو کہ ان دونوں چیزوں کے دینے یا نہ دینے کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیونکہ) جس شخص نے کسی کو آگ دی تو گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ کردیں جو اس آگ پر پکائی گئی ہیں، اسی طرح جس نے کسی کو نمک دیا گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ کردیں جنہیں اس نمک نے ذائقہ دار بنایا، اور جہاں پانی میسر ہو وہاں کسی کو پانی پلانے سے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جہاں پانی میسر نہ ہو وہاں پانی پلانے سے ایسا ثواب ہے جیسا کہ کسی مردہ کو زندہ کردیا، مشکوۃ المصابیح ، باب احیاء الموات والشرب، (ص: ۲۶۰)

حضرت ابوہریرہ، رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ (رحم وکرم کی) بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف (بنظر عنایت) دیکھے گا: ایک تو وہ (تاجر) شخص ہے جو قسم کھا کر (خریدار سے) کہتا ہے کہ اس چیز کے جو دام تم نے دیئے ہیں اس سے زیادہ دام اسے مل رہے تھے، (یعنی جب وہ کسی کو اپنی کوئی چیز بیچتا ہے اور خریدار اس کی قیمت دیتا ہے تو وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس چیز کی اس سے زیادہ قیمت مل رہی تھی) حالانکہ وہ شخص (اپنی قسم) میں جھوٹا ہے (کیونکہ درحقیقت اس سے زیادہ قیمت اسے نہیں مل رہی تھی) دوسرا شخص وہ ہے جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے اور اس (جھوٹی قسم کھانے) کا مقصد کسی مسلمان شخص (یا ذمی) کا کوئی مال لینا ہو اور تیسرا شخص وہ ہے جو فاضل پانی (پینے، پلانے) سے لوگوں کو منع کرتا ہو، ایسے شخص سے (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے (دنیا میں) اپنے فاضل پانی سے لوگوں کو باز رکھا تھا باوجودیکہ وہ پانی تو نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالا تھا اسی طرح میں بھی آج تجھے اپنے فضل سے باز رکھوں گا۔ مشکوۃ المصابیح۔ باب احیاء الموات والشرب۔ (ص:۲۵۹)

یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر طعن کرے گا کہ اگر وہ پانی تیری قدرت کا رہین منت ہوتا اور تو اسے پیدا کرتا تو ایک طرح سے تیرا یہ عمل موزوں بھی ہوتا مگر اس صورت میں جب کہ وہ پانی محض میری قدرت سے پیدا ہوا تھا اور اُسے میں نے ایک عام نعمت کے طور پر تمام مخلوق کے لئے مباح کردیا تھا تو پھر تیری یہ مجال کیسے ہوئی کہ تو نے مخلوقِ خدا کو میری اس نعمت سے باز رکھا۔ (مظاہر حق۔۳:۱۵۸)

حضرت بہیسہ رضی اللہ عنہا اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ انہوں نے (یعنی ان کے والد نے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا اور اس کے دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا: "پانی" انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، اور کون سی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا: "نمک"۔ (ابوداؤد) (مشکوۃ المصابیح۔ص،۱۶۹)

"پانی" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری زمین میں کنواں وتالاب ہے یا تمہارے گھر میں نل وغیرہ ہے اس سے کوئی شخص پانی لیتا ہے تو اسے پانی لینے سے روکنا مناسب نہیں ہے، اسی طرح اگر تم سے کوئی شخص پانی مانگتا ہے اور تمہارے پاس تمہاری ضرورت سے زائد پانی موجود ہے تو اسے دینے سے انکار نہ کرو، اسی طرح نمک

دینے سے انکار کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے نمک مانگے تو اس کے دینے سے انکار نہ کرو، کیونکہ لوگوں کو نمک کی بہت زیادہ حاجت وضرورت رہتی ہے اور لوگ اسے لیتے دیتے ہی رہتے ہیں، پھر یہ کہ نمک جیسی چیز سے انکار کرنا ویسے بھی کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ یہ انتہائی عام اور سستی چیز ہے۔(مظاہرحق :۲:۲۲۱)

مذکورہ احادیث طیبہ سے مساجد کی تعمیر اور پانی کی فراہمی کی اہمیت وفضیلت واضح ہے، اس لئے الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ضلع تھرپارکر میں مساجد کی تعمیر، پانی کے انتظام اور دیگر ضروری اشیاء کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے، اس بارے میں کچھ تفصیل البلاغ میں پہلے بھی شائع ہوچکی ہے جو ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ (جنوری ۲۰۱۷ء) کے شمارے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مزید تفصیل ذیل میں پیش ہے:

مساجد کی تعمیر

(۱) مسجد علیؓ

مٹھی شہر کی مشرقی جانب محلّہ بجیر میں "مسجد علی" کے نام سے ایک مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے تعمیر ہوچکی ہے۔ اس محلے میں اس سے پہلے کوئی مسجد نہیں تھی، ڈھائی سو گز کا پلاٹ کسی صاحب خیر نے وقف کیا ہوا تھا مگر ابھی تک مسجد کی تعمیر نہیں ہوسکی تھی، اب الحمدللہ مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے۔ مسجد کے اندرونی ہال کی لمبائی چوڑائی 15X30 فٹ ہے۔ مسجد میں عمدہ طریقے سے کام کیا گیا ہے، رنگ روغن، مینار، دروازے، کھڑکیاں، لائٹ کی فٹنگ کا کام مکمل ہوچکا ہے، مسجد کے چھ ہزار فٹ کے پلاٹ کو چاروں طرف سے بہت اونچی چار دیواری تعمیر کر کے شمال جانب، دیدہ زیب گیٹ نصب کیا گیا ہے، بیت الخلاء، بالائی ٹنکی اور وضوخانے بھی عمدگی کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔

یہاں تقریباً دو سو مسلمان گھرانے آباد ہیں، اس علاقے میں مسجد کی تعمیر بہت ہی مبارک عمل ہے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح ہوگی، بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوگا۔

یکم رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ کو تعمیری کام مکمل ہوگیا تھا۔ ہال کی تعمیر کے فوراً بعد نماز باجماعت شروع کردی گئی تھی۔ گذشتہ رمضان المبارک میں تراویح میں پہلی بار حافظ قرآن سے قرآن کریم سننے کی سعادت حاصل ہوئی، محلّہ کے ۴۰ سے ۵۰ بچے صبح شام پڑھنے آتے ہیں۔ پانچ وقت نماز کی امامت اور بچوں کی تعلیم کے لئے ایک قاری صاحب اہل محلّہ کی معاونت سے مقرر کئے گئے ہیں۔ اس مسجد پر کل =/717878 روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسجد کو اہل علاقہ کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) مسجد عثمانؓ بن عفان

ضلع تھر پارکر کی تحصیل مٹھی کے نواحی گاؤں چھچھی جونیجا میں یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے، اس کی لمبائی چوڑائی 13X17 فٹ ہے، مسجد کی تعمیر میں چار دیواری، ٹنکی، وضوخانہ، پانی کے لئے دوعدد زمینی ٹینک اور گرل شامل ہیں۔ تقریباً پچاس گھر اس گاؤں میں آباد ہیں۔ سب مسلمان ہیں۔ اس مسجد سے پہلے اس گاؤں میں شعائر اسلام کا وجود تک نہ تھا۔ یہاں کے باشندے نماز باجماعت اور اذان کی بابرکت آواز سے بالکل محروم تھے۔ اب یہاں الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے شاندار مسجد تعمیر کی گئی ہے، اور لوگ نماز باجماعت ادا کررہے ہیں، نیز گاؤں کے بچے اور بچیاں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ دولاکھ پچاسی ہزار چارسو چالیس روپے میں یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے۔

(۳) مدنی مسجد

جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ضلع تھر پارکر شہر مٹھی کے مغربی کنبھار محلّہ میں 20X14 فٹ کی ایک خوشنما مسجد تعمیر کی گئی ہے، الحمدللہ کام مکمل ہوگیا ہے۔ صحن اور وضوخانے کا کام باقی ہے۔ علاقے کی پوری آبادی مسلمان ہے، مسجد میں اذان اور جماعت شروع ہوچکی ہے، ان شاء اللہ کام کی تکمیل کے بعد ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مکتب جلد شروع کردیا جائے گا، اس علاقے میں دس گھرانے اس وقت آباد ہیں۔ آبادی میں آئے روز اضافہ ہورہاہے، تقریباً تین لاکھ روپے کے خرچ سے یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے۔

(۴) ایک اور نئی مسجد کی تعمیر جلد شروع ہونے والی ہے

الحمدللہ مٹھی شہر کی مسلم آبادی میں ایک نئی مسجد کے لئے بھی دولاکھ ساٹھ ہزار روپے میں تیرہ ہزار مربع فٹ جگہ خریدی جاچکی ہے۔ ان شاء اللہ یہاں بھی تعمیری کام جلد شروع ہوجائے گا، مسجد کا نام فی الحال طے نہیں ہوا۔ تخمینہ لاگت تقریباً دس لاکھ روپے ہے جس کا انتظام کرنا ابھی باقی ہے۔

ضلع تھر پارکر کے مختلف علاقوں میں نئی مساجد کی تعمیر کی بہت ضرورت ہے۔ بعض جگہوں پر پُرانی مسجدوں کی حالت خستہ ہوچکی ہے۔ ان کی از سرِ نو تعمیر کی ضرورت ہے، ایک نئی درمیانی مسجد کی تعمیر کے لئے تقریباً تین لاکھ روپے خرچ ہوجاتے ہیں۔

کنووں، ہینڈ پمپ و سمر پمپ کی تعمیر

تحصیل مٹھی کے مضافاتی پسماندہ علاقوں میں پانی کی فراہمی کے لئے جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف

سے جو ہینڈ پمپ اور سمر پمپ اور کنویں تعمیر کئے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔۔۔ خیبرن جوتڑ میں =/۵۳۰۰۰ روپے کی لاگت سے ۲۳؍جون ۲۰۱۷ء کو ایک سمر پمپ نصب کیا گیا، اس کا پانی الحمدللہ بالکل میٹھا ہے جس سے گاؤں کے لوگوں کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

(۲)۔۔۔ بندھ لانس نامی گاؤں میں =/۳۴۰۰۰ روپے کی لاگت سے ۲۲؍جون ۲۰۱۷ء کو ایک ہینڈ پمپ لگایا گیا، اس کا پانی بھی بالکل میٹھا ہے۔

(۳)۔۔۔ کاٹھو بجیر گاؤں تحصیل مٹھی میں =/۴۴۰۰۰ روپے سے ۱۸؍اگست ۲۰۱۷ء کو ایک ہینڈ پمپ نصب کیا گیا، اس کا پانی بھی الحمدللہ بالکل میٹھا ہے۔

(۴)۔۔۔ گاؤں رانے جوتڑ تحصیل مٹھی میں =/۴۵۰۰۰ روپے خرچ کر کے ۶؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو ایک ہینڈ پمپ لگایا گیا ہے، اس کا پانی مناسب ہے۔

(۵)۔۔۔ موکڑیار تحصیل مٹھی میں =/۴۵۰۰۰ روپے کی لاگت سے ۱۷؍فروری ۲۰۱۷ء کو ایک ہینڈ پمپ لگایا گیا، پانی اس کا میٹھا نہیں ہے مگر گاؤں کے باشندے یہ پانی استعمال کر رہے ہیں۔

(۶)۔۔۔ چھچھی جو نیجو تحصیل مٹھی میں =/۱۴۶۰۰۰؍روپے کی خطیر رقم سے ایک کنواں تعمیر کیا گیا ہے، پانی تو اگرچہ اس کا میٹھا نہیں ہے مگر یہاں کے عوام کے لئے یہ پانی بھی بہت غنیمت ہے۔

(۷)۔۔۔ بھارلیو تحصیل مٹھی میں ایک ہینڈ پمپ لگایا گیا ہے، ۲۳؍نومبر ۲۰۱۷ء کو اس کا کام مکمل ہوا، کل خرچ پچاس ہزار روپے ہوا۔ گاؤں کے تقریباً پچاس گھرانے اس کا پانی استعمال کر رہے ہیں، پانی پینے کے قابل نہیں ہے البتہ دیگر استعمال میں آسکتا ہے۔

(۸)۔۔۔ گاؤں ہستڑو خان محمد پاڑو تحصیل ننگر پارکر ضلع تھر پارکر میں ایک کنواں تعمیر کیا گیا ہے، یہاں کا پانی میٹھا ہے۔

(۹)۔۔۔ گاؤں ہستڑو ابراہیم پاڑو تحصیل ننگر پارکر ضلع تھر پارکر میں ایک کنواں ۲۱؍نومبر ۲۰۱۷ء کو تعمیر کیا گیا، پانی یہاں کا بھی میٹھا ہے۔ مذکورہ دونوں کنوؤں پر کل ایک لاکھ آٹھ ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔ مذکورہ دونوں گاؤں بارڈر کے قریب واقع ہیں۔

(۱۰)۔۔۔ منگھہٹ تحصیل اسلام کوٹ میں ۲۴؍مارچ ۲۰۱۸ء کو ایک ہینڈ پمپ کی تنصیب کا کام ہوا ہے، پانی میٹھا ہے، آس پاس کے تقریباً پچیس گھرانے اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ کل خرچ پچاس ہزار

روپے آیا ہے۔

(۱۱)۔۔۔ونگر تحصیل ڈیپلو میں ۲۷/مارچ ۲۰۱۸ء کو انچاس ہزار روپے خرچ کر کے ایک ہینڈ پمپ نصب کیا گیا ہے، تقریباً تیس خاندان یہ پانی استعمال کر رہے ہیں۔ پانی میٹھا ہے۔

ضلع تھر پارکر کے مختلف دیہاتوں میں پانی اسٹاک کرنے کے لئے غریب لوگوں میں تین سو لیٹر پانی کے تقریباً چار سو ڈرم بھی تقسیم کئے گئے ہیں۔

قربانی

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے ضلع تھر پارکر کی غریب آبادی میں گوشت تقسیم کرنے کے لئے بقر عید کے موقع پر "قربانی" کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، ۱۴۳۷ھ میں قربانی کے چھ بڑے جانور ذبح کر کے گوشت مستحقین میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس سال یعنی ۱۴۳۸ھ میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف سے تیرہ بڑے جانور مٹھی شہر سے باہر مختلف گوٹھوں میں ذبح کئے گئے، چھ گائے اور ایک بکرا مٹھی شہر میں ذبح کیا گیا۔ شہر اور دیہات کے غرباء ومساکین میں گوشت تقسیم کیا گیا، گوشت حاصل کر کے لوگ بہت خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمام قربانیوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی جانب سے گذشتہ تقریباً دو سال سے ضلع تھر پارکر کے پورے علاقے میں درج ذیل رفاہی کام مسلسل جاری ہیں: غریب لوگوں میں راشن کی تقسیم، مریضوں میں دوائی اور علاج معالجہ کا خرچ، دیہاتوں میں جہاں پانی کی قلت ہے وہاں کنووں، ہینڈ پمپ اور سمر پمپ کی تعمیر، ضرورت کی جگہ مساجد کی تعمیر، دیہاتوں میں پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے ٹینک کی جگہ استعمال ہونے والے ۳۰۰/= لیٹر والے ڈرم کی تقسیم، غریب بچیوں کے والدین کو جہیز کی مد میں سامان کی امداد، بارش کے بعد لوگوں کو سود جیسی قباحت سے بچانے کے لئے بیج کی تقسیم، تاکہ وہ خود کفیل ہوسکیں۔ متاثرین کی فوری امداد کا سلسلہ جاری ہے، نہ صرف مسلم بلکہ غیر مسلم غریب ہندو خاندانوں کو بھی غیر زکاۃ کی رقم سے امداد دی جاتی ہے۔

۲۱/جمادی الثانیہ ۱۴۳۹ھ (۱۰/مارچ ۲۰۱۸ء) کو جامعہ دارالعلوم کراچی کے اساتذۂ کرام کا ایک وفد مٹھی شہر گیا تھا، جس میں حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہم، محترم جناب عابد صدیق صاحب، مولانا شفیع اللہ صاحب اور بندہ شامل تھے۔ وفد نے مذکورہ تمام مساجد اور ہینڈ پمپ میں سے بیشتر کا از خود معائنہ کیا۔

الحمدللہ مختلف مقامات کا دورہ کرکے اور جامعہ کی طرف سے ہونے والے مختلف رفاہی کاموں کا جائزہ لے کر بہت خوشی ہوئی اور اطمینان ہوا۔ یہ سب کام مٹھی میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل مولوی محمد اسحٰق درس صاحب اپنے دیگر ساتھیوں اور علاقہ کے مختلف علماء کرام کی مدد سے بڑے تیقظ کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ مولائے کریم تمام معاونین وکارکنان کی مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین۔

جو حضرات ضلع تھرپارکر کے عوام کی امداد کرنا چاہتے ہیں وہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے "امداد متاثرین آفات" فنڈ میں رقم جمع کرواسکتے ہیں۔

☆☆☆

عبداللہ بن مسعود

مؤمنانہ زندگی کے چند اصول

۱۔۔۔محاسبہ: ہر شخص اپنی سابقہ زندگی، بالخصوص گذشتہ سال کا جائزہ لے، کتنی کامیابیاں حاصل کیں اور کہاں کہاں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا، گذشتہ زندگی کے تجربات اپنے پاس محفوظ کرے، ناکامیوں کے اسباب تلاش کرے، کامیابیوں تک کیسے اور کن راہوں سے ہوکر پہنچے، ان ساری باتوں کو نکات کی شکل میں جمع کرے اور مستقبل کے مراحل ان کو مدنظر رکھتے ہوئے طے کرے، یہ احتساب اور محاسبہ افراد اور قوموں کو ترقیوں سے ہمکنار کردیتا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا فرمان ہے: حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (سنن ترمذی، ۴/۶۳۸) کہ احتساب کرتے رہو اپنا، قبل اس کے کہ تمہارا احتساب کیا جائے۔ اس لیے ہمیں ہر کام سے پہلے اس کی پلاننگ (پیشگی منصوبہ بندی) کے ساتھ کام کے اختتام پر اس کا محاسبہ اور جائزہ بھی لینا چاہیے، اور روزانہ رات کو کچھ وقت نکال کر دن بھر کے اعمال کا بھی احتساب کرنا چاہیے، اِس سے ان شاء اللہ کامیابیوں کا تناسب بڑھتا جائے گا اور ناکامیاں کم سے کم ہوتی چلی جائیں گی۔ اسی بات کی ترغیب دیتے ہوئے شاعر نے کہا:

؎ صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم — کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا احتساب

۲۔۔۔محنت کے خوگر بن جائیں: سستی، کاہلی، آج کے کام کو کل پر ٹال دینے جیسی بیماریوں کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں، "ابھی، ورنہ کبھی نہیں" کے اصول کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں، ایک بامقصد زندگی گزارنے کا عزم کریں، اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کریں پھر اُس مقصد کے لیے اپنے آپ کو تھکا دیں، فارغ نہ بیٹھیں، ہر وقت کوئی نہ کوئی مشغلہ اپنے لیے تیار رکھیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو فارغ نظر آتا ہے، نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں" (الزھد لأبی داود السجستانی، رقم: ۱۷۴) یاد رکھیں! کامیابی صرف اُنہی کی راہیں تکتی ہے جو پختہ عزم کرکے اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتے ہیں، تھکن، تکلیف، بیماری، پریشانی کو اپنے سفر کی رکاوٹ نہیں بننے دیتے، ایسے ہی لوگ معاشرہ کے عظیم افراد گردانے جاتے ہیں۔ ہمارا کوئی بھی مقصد ہو، انجینئر یا ڈاکٹر بن کر ملک وملت کی خدمت کرنا چاہتے ہوں یا عالم باعمل بن کر اپنی اور قوم کی اصلاح پیشِ نظر ہو، اپنے

اہل وعیال کے لیے بہترین حلال روزی کا انتظام کرنا ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی اور ٹارگٹ اور ہدف ہو، درست سمت کے تعین کے ساتھ محنت اُس میں کامیابی کی پہلی سیڑھی اور اولین شرط ہے۔اس لیے ہم بھی ابھی سے عزم کرلیں کہ اپنے اہداف کے حصول کے لیے، نشانِ منزل تک پہنچنے کے لیے، عائد ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لیے راتوں کو اٹھ کر دعا کے ساتھ مسلسل محنت، کوشش اور جدوجہد کا راستہ اختیار کریں گے، دوسروں کی دیکھا دیکھی غفلت، لاپرواہی کی بجائے اپنے حصے کا کام ضرور کرتے جائیں گے، کامیابی کسی کی جاگیر نہیں، اِس کا کوئی شارٹ کٹ نہیں، پرعزم اور متواتر جدوجہد ہی بلندی اور کامیابی کی شاہراہ ہے۔بقولِ شاعر:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

۳۔۔۔**اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کریں:** کامیاب انسان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کا مقصد متعین کرکے اس کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتا ہے، اس لیے اپنا جو مقصد ہم نے طے کرلیا ہے اس سے متعلق اپنی صلاحیتوں کو بڑھائیں، ایسے کورسز اور ورکشاپس میں شرکت کریں جو ہمارے مقصد کے لیے معاون ہوں، ڈگریوں کے حصول کے ساتھ اپنی قابلیت میں بھی اضافہ کرتے رہیں، دنیا میں قابلیت اور ہنر ہی کا سکہ چلتا ہے، اللہ کی مدد بھی اُن کے ساتھ ہوتی ہے جو قابلیت پیدا کرتے ہیں اور محنت کی راہوں کے راہی ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارا ہر قدم ہماری صلاحیتوں میں اضافے اور نکھار اور ہمیں ہمارے درست مقاصد سے قریب سے قریب تر کرنے کا ذریعہ بنے۔

۴۔۔۔**تلاوتِ قرآن کریم کا اہتمام:** قرانِ حکیم خداوندِ قدوس کی ایسی کتاب اور کلام ہے کہ جس کی پابندی سے تلاوت کرنے والا دونوں جہاں میں خوش وخرم زندگی بسر کرتا ہے، دنیا کے مصائب وآلام سے ہنستا کھیلتا گزر جاتا ہے، مایوسیوں کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا، پریشانیاں اُس کا راستہ روکتی ہیں نہ ناکامی کا خوف اُسے اُس کی منزل سے دور کرپاتا ہے، بن مانگے اسے عطا کیا جاتا ہے، مسلسل تلاوت کی برکت سے اپنے رب پر اُسے ایسا یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسے ایک دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کو ہی اپنا واحد سہارا سمجھتا اور ہر مشکل، پریشانی میں اُسی کی طرف لپکتا اور اُسی کو پکارتا ہے، تلاوتِ قرآن ایسا مشغلہ ہے جس سے انسان تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے، پڑھنے والا دن بھر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے سائے تلے رہتا ہے، روزی میں برکت ہوتی

ہے، فقروفاقہ سے محفوظ رہتا ہے، اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لیے ہمیں اپنا معمول بنالینا چاہیے کہ ہماری ہر صبح کا آغاز تلاوتِ قرآن سے ہو، کوئی دن بغیر تلاوت کے نہ گزرے، اپناایک وقت مقرر کر لیں، ۱۵ منٹ، ۲۰ منٹ، آدھا گھنٹہ جتنا ہو سکے، ناشتے اور کھانے کی طرح اِس کو لازم سمجھیں، اپنے بیوی بچوں کا بھی اسی طرح معمول بنوائیں، تجوید سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تو اس واجب کی ادائیگی کے لیے کسی اچھے پڑھنے والے سے کچھ وقت لے کر اس سے سیکھیں، اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو اِس کی برکت سے خوشیوں سے بھر دے گا۔

۵۔ اپنی زندگی کو منظّم کریں: ہمارا دینِ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمیں دنیا میں صرف زندگی نہیں گزارنی بلکہ ایک بامقصد اور منظّم زندگی گزارنی ہے، اسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر حسنِ انتظام اور ترتیب کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے، کہا جاتا ہے کہ "جو شخص اپنی زندگی کو منظّم اور باقاعدگی سے بسر کرتا ہے وہ پھل دار درخت کی مانند ہے، ورنہ خاردار جھاڑی ہے جس سے ہر ایک کو نفرت ہوتی ہے" اپنی زندگی کو منظّم بنانے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو اپنے پاس پاس نوٹ کر لیں، روزانہ صبح کم ازکم دو منٹ نکال کر تھوڑا سوچیں کہ آج کے دن کون کونسے کام انجام دینے ہیں، تجارت، کاروبار، ادارے سے متعلق ہوں یا گھر سے متعلق ہوں، ایک جیبی سائز ڈائری میں ان کو لکھ لیں، اسی طرح بعد میں بھی اگر کوئی کام ذمہ لگے تو اس کو بھی لکھ لیں، جیسے جیسے ہوتے جائیں الحمد للہ پڑھ کر ان پر نشان لگاتے جائیں، جو کام کسی وجہ سے انجام نہ دیئے جا سکے ہوں ان کو اگلے دن کی لسٹ میں شامل کر لیں، ان شاء اللہ اِس طریقہ سے ذہنی سکون بھی رہے گا، ٹینشن سے حفاظت رہے گی، وقت بچے گا، ایک کام کے مکمل ہونے کے بعد دوسرے کام کے لیے سوچنا نہیں پڑے گا، کسی ادارے سے وابستگی ہوئی تو وہاں ہماری کارکردگی (Performance) بھی عمدہ رہے گی، سب سے بڑھ کر اُس تکلیف یا نقصان سے بچ جائیں گے جو کبھی کسی کام کے بھولنے کے بعد اچانک یاد آنے کی وجہ سے اٹھانی پڑ جاتی ہے اور خیال آتا ہے کہ کاش! یہ کام بروقت ہی یاد آجاتا، ان شاء اللہ رفتہ رفتہ ہماری زندگی منظّم ہوتی چلی جائے گی جو ہمارے لیے بھی راحت کا باعث ہوگی اور ہمارے متعلقین کے لیے بھی تکلیف و پریشانی کا ذریعہ نہیں بنے گی۔

۶۔ راحت رساں بنیں: ایک شخص ندی کے کنارے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ پانی کے ساتھ ساتھ ایک بچھو بہ رہا ہے، اُسے خیال ہوا کہیں یہ مر نہ جائے۔ اس شخص نے ہاتھ ڈال کر نکال لیا، بچھو نے اُس شخص کو کاٹنے

کی کوشش کی اور کود کر پانی میں جا گرا۔ اس شخص کو پھر اس کا خیال ہوا، بچھو کو نکالا، اُس نے پھر کاٹنے کی کوشش کی اور پانی میں جا گرا، تیسری بار بھی یہی ہوا، قریب ہی ایک آدمی اس منظر کو دیکھ رہا تھا اس نے کہا: ارے بھائی! کیوں پریشان ہوتے ہو، پتا ہے کہ یہ حیوان ہے، اپنی حیوانیت نہیں چھوڑے گا تم کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو، اُس شخص نے جواب دیا: "جب ایک حیوان اپنی حیوانیت نہیں چھوڑ سکتا تو میں انسان ہو کر اپنی انسانیت کیسے چھوڑ سکتا ہوں"

بات تو تمثیل کی ہے مگر سبق اِس سے یہ مل رہا ہے کہ انسان تو وہی ہے جو نافع اور راحت رساں ہو، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے والا ہو، ہماری آپس کی رنجشوں، نفرتوں اور جھگڑوں کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ہم حقوق ادا کرنے سے زیادہ حقوق مانگنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ہم میں اکثر کی زبان پر یہ جملے رہتے ہیں کہ "میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں، یہ تو حق ہے میرا، میں کیوں اپنے حق کو چھوڑوں، وغیرہ" لیکن اگر ہم تصویر کے دوسرے رخ کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ کتنے لوگوں کے تو ہم نے خود حق دبا رکھے ہیں، کتنوں کو ہم دانستہ یا نادانستہ طور پر تکلیف پہنچا دیتے ہیں لہٰذا یہ تہیہ کرلیں کہ ہم اپنے حقوق کے مطالبہ سے زیادہ دوسروں کے حقوق ادا کریں گے، چاہے وہ اہلِ خانہ اور رشتہ داروں سے متعلق ہوں یا معاشرہ سے، دفتر اور ادارے سے متعلق ہوں یا شہری وملکی حکومتوں سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرمان صِلْ مَنْ قَطَعَکَ (جو توڑے اس سے بھی جوڑو)، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ (جو ظلم کرے اُسے معاف کردو)، وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ (جو برائی کرے اُس سے بھی اچھائی کرو) کا عملی نمونہ بنیں گے، اپنی ذات سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے، معاف کردینے کی خوبی اپنے اندر پیدا کریں گے، اپنا یہ معمول بنائیں گے کہ ہر انسان کو خوش رکھنا ہے، ہر ایک کے کام آنا ہے، اِس طرزِ زندگی سے کچھ عرصہ بعد دوسرے بھی ہمارے حقوق مطالبہ کیے بغیر ادا کرنے لگ جائیں گے، ان کے دلوں میں ہماری عزت ووقعت بیٹھ جائے گی اور رفتہ رفتہ ان شاء اللہ ہمارا معاشرہ ایک دوسرے سے ہمدردی وخیر خواہی کرنے والا معاشرہ بن جائے گا۔

۷۔۔۔مسلمانوں کا غم اپنے اندر پیدا کریں: حدیثِ مبارکہ میں مسلمانوں کی مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایک جسم کی مانند ہیں (صحیح مسلم، رقم:۲۵۸۶)، جسم کے کسی بھی حصہ میں درد ہو، سر ہو یا ہاتھ، پاؤں ہو یا پیٹ، وہ تکلیف صرف اسی حصہ تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورا جسم اس سے متاثر ہوجاتا ہے۔ مسلمان

چاہے کراچی کے رہنے والے ہوں یا پنجاب، بلوچستان، خیبر پختونخواہ کے، پاکستان کے باشندے ہوں یا شام، برما، افغانستان وغیرہ کے، یا ہمارے قریب پڑوس میں رہنے والے ہوں، ایک جسم کی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کا غم ہمارا غم، اُن کی تکلیف ہماری تکلیف، اُن کا درد ہمارا درد ہے، وہ ہمارے ہیں ہم اُن کے ہیں، ہمارا جو باہمی رشتہ اور تعلق ہے وہ بھائیوں والا تعلق ہے، کسی عام فرد نے نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ مقام عطا فرما کر بھائی بنایا ہے، ہماری یہ سوچ اور نظریہ ہرگز نہ ہو کہ ہم تو پرسکون زندگی بسر کررہے ہیں، تکلیف تو اُس کو ہے وہ جانے، لہٰذا ہمارے پڑوس میں رہنے والے مسلمان ہوں یا دنیا کے کسی کونے میں، ان کو پہنچنے والی تکلیف ہمیں بے چین کردے، ہر ممکن اُن کی مدد کی کوشش کریں، کچھ دیر اُن کے غم میں غمگین ہوجائیں، ہر اُس عمل اور حرکت سے دور رہیں جو اُن کے دکھ، درد میں اضافے کا باعث بنے، اپنی روزانہ کی دعاؤں میں ان کو شامل کریں، اِس دعا کو یاد کرکے اللہ سے مانگیں: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ (اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرمادیجیے) (احیاء علوم الدین، ۱۲۶/۳)۔

۸۔۔۔ دین کو ترجیح دیں: ہمارا دین اسلام ایک مکمل اور جامع مذہب ہے، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق رہنمائی اس میں موجود نہ ہو، دنیا کی کامیابی ہو یا آخرت کی سرخروئی، اسلام کی شاہراہ پر چل کر ہی حاصل ہوتی ہے، اسلامی تعلیمات کو چھوڑنے والا وقتی طور پر اگرچہ مال ودولت کا مالک بن جائے لیکن حقیقی کامیابی، دائمی چین وسکون سے محروم رہتا ہے، اسلام کبھی بھی اپنے ماننے والوں کو دنیا کمانے، سیروتفریح، اچھا کھانے، اچھا پہننے وغیرہ سے نہیں روکتا، دین کا پیغام ترکِ خواہش نہیں بلکہ تصحیحِ خواہش ہے، یہ تو صرف یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو کام بھی کرو شریعت کی روشنی میں کرو، اور یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنی ضروریات اور خواہشات وغیرہ کو پورا کرتے ہوئے دین کو ترجیح دیتے ہیں وہی لوگ دنیا میں پرسکون رہتے ہیں اور حقیقی کامیابی وکامرانی کا سہرا انہی کے سر سجتا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زندگی کا مطالعہ کریں، اللہ کی خاطر مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، تجارت شروع کی، اللہ نے اتنی برکت دی کہ فرماتے ہیں کہ میں پتھر بھی اٹھاتا تو مجھے توقع ہوتی کہ اس کے نیچے سونا یا چاندی کا ٹکڑا ملے گا۔ (مسند احمد، رقم: ۱۳۸۶۳)، دین کی خاطر قربانی دی اللہ نے دنیا بھی خوب عطا فرمادی۔

مزید یہ کہ دینی تعلیمات کو اپنانے میں جو سہولت وراحت ہے وہ کسی دوسرے طرزِ زندگی میں نہیں،

شریعت کے کسی بھی حکم کا دوسرے نظامہائے حیات یا زمانے میں رائج طور طریقوں اور رسم ورواج سے موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت ہم پر بہت آسانی سے آشکارا ہوجائے گی۔ایک شادی ہی کے حکم کو بطورِ مثال لے لیا جائے ،شریعت کا واضح ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جو خرچ کے اعتبار سے سب سے آسان ہو(مسند احمد،رقم:۲۴۵۲۹)یعنی وہ نکاح مطلوب ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو، حد سے تجاوز نہ کیا جائے ،پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنی ہی بات پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ برکت کو بھی اسی طرح کے نکاحوں کے ساتھ جوڑ دیا،معلوم ہوا کہ جتنا زیادہ نکاح میں خرچ ہوگا اتنی ہی برکت کم ہوگی۔

اب آیئے!تصویر کے دوسرے رخ کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں،ہمارے معاشرے نے اتنے آسان اور سادہ نکاح کو کتنا مشکل بنادیا ہے:ا۔منگنی کی رسم پر بے جا خرچ اور تحائف کا لین دین جو کہ رفتہ رفتہ ضروری ہوتا جارہا ہے،۲۔مہنگے مہنگے شادی کارڈز،۳۔لڑکی والوں پر شادی کی دعوت جو کہ شادی کا ایک ضروری حصہ بن گئی ہے ،۴۔مہندی،مایوں،۵۔دولہا کی جوتا چھپائی،سرمہ لگانا،سہرا باندھنے جیسی رسمیں وغیرہ، پھر اُن میں لوگوں کے مطالبات پر فضول خرچیاں۔

اِن جیسے طریقوں کی وجہ سے نکاح کتنا مشکل ہوگیا ہے؟قرضے لینے پڑ جاتے ہیں،ہم تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ اپنی خوشی سے ہم یہ کام کر رہے ہیں لیکن ہمارے اِس طرز سے یہ چیزیں معاشرے میں نکاح کا ایک لازمی جزو بنتی جارہی ہیں، نہ کرنے پر لوگوں کو طعنے دیے جاتے ہیں ،ایک غریب آدمی اپنی بیٹی کی شادی میں کیسے اِتنے اخراجات برداشت کرے؟اگر ان رسومات کو انجام نہیں دیتا تو اُسے اپنی بیٹی کی عزت اور مستقبل کا خوف کھائے جاتا ہے،سسرال والوں کی باتیں سننا پڑتی ہیں،یہ کیا ہے؟یہ دین کی ایک آسان سی تعلیم کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے،سنجیدگی سے سوچیں تو ہمارا دل خون کے آنسو رو پڑے،دل غمگین ہوجائے!

لہٰذا ہم تو یہ عزم کر ہی لیں کہ اپنے ہر معاملے میں آسان اور بابرکت دینی تعلیمات کو فوقیت دیں گے،اُس سے متعلق شریعت کی ہدایات مستند علماء سے دریافت کریں گے اور انہی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں گے۔ان شاء اللہ ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی ہم سرخرو رہیں گے۔

یہ آٹھ امور ہیں،ابھی سے اِن پر عمل کا آغاز کردیں،اِن آٹھ نکات(Points)کو اپنے پاس لکھ کر ایسی جگہ آویزاں کریں جہاں پر آتے جاتے نگاہ پڑتی رہے اور بار بار یاددہانی کا کام دے،روزانہ کی بنیاد پر

ان کی چیک لسٹ بنائیں کہ کن پر عمل ہوا اور کن میں کوتاہی رہی، خود بھی ہم ہر دم پرعزم رہیں کہ فرد سے ہی معاشرہ بنتا ہے اور اپنے دوست، احباب، اعزہ واقرباء کو بھی اس کی ترغیب دیں کہ دیے سے ہی دیے جلا کرتے ہیں، ہمارا کام تو صرف "ایک" لکھنا ہے، اس کے دائیں طرف "صفر" لگانا اللہ کا کام ہے، اس لیے ہمت، محنت اور لگن کے ساتھ ہمیں تو اپنے کام میں لگے ہی رہنا ہے، کامیابی کے دروازے ہمارے لیے وا ہوتے چلے جائیں گے۔

؎ جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے — اے مردِ خدا ملک خدا تنگ نہیں ہے

ربِ ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ اِن نقوش کو نفوس میں، سطور کو صدور میں اتارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں............................ (ادارہ)

سوال: مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں فتاویٰ درکار ہیں:

(۱) "ذاتی اشیاء کا دفتری استعمال"

ایک شخص پر دورانِ ملازمت ادارے کی طرف سے لازم کردیا گیا ہو کہ اس کے پاس اینڈرائیڈ موبائل سیٹ موجود ہو اور اوقاتِ کار کے دوران واٹس ایپ پر دفتری انٹرنیٹ سے آن لائن رہے، اس دوران دفتری پیغامات کے علاوہ اس شخص کے ذاتی نوعیت کے پیغامات بھی موصول ہونے لگتے ہیں، تو کیا وہ دفتری اوقات میں ذاتی پیغامات بغیر دفتری کام میں رکاوٹ کے پڑھ اور اس کے جوابات دفتری انٹرنیٹ استعمال کرتے ہوئے دے سکتا ہے؟ جبکہ ادارے کے منتظم کی طرف سے اس فعل پر کوئی پابندی لگانا بھی ثابت نہیں۔

جواب: اس صورت میں جب ادارہ کے ضابطہ کے مطابق ملازم کے پاس موبائل فون ہونا اور واٹس ایپ کے ذریعہ آن لائن رہنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور ایسی صورت میں دفتری پیغامات کے دوران اگر ملازم کے ذاتی پیغامات بھی موصول ہوں تو جو پیغامات مختصر ہوں اور ان کو پڑھنے یا جواب دینے میں زیادہ وقت صَرف نہ ہوتا ہو اور دفتری کام کا حرج بھی نہ ہو، اور ادارہ کی طرف سے دفتری انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے مختصر ذاتی پیغامات پڑھنے اور ان کا جواب دینے کی اجازت بھی ہو تو دورانِ ملازمت دفتری انٹرنیٹ استعمال کرتے ہوئے ذاتی پیغامات پڑھنے اور جواب دینے کی اجازت ہوگی۔ لیکن جن پیغامات کے پڑھنے یا جواب دینے میں دفتری وقت اور کام کا ضیاع اور حرج ہو یا دفتری اوقات میں ایسا کرنے یا دفتر کے انٹرنیٹ کو استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو تو پھر جائز نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ

ادارہ کے منتظم سے اس کی باقاعدہ اجازت لے لی جائے۔

(۲) "دفتری ذرائع کا ذاتی استعمال"

اس کا موبائل دفتری اور ذاتی دونوں کاموں کے سلسلے میں زیر استعمال رہتا ہے تو کیا وہ اپنا موبائل دفتر میں چارج کرسکتا ہے؟

جواب : چونکہ عام طور پر ملازمین کے لئے ملازمت کے اوقات میں بوقتِ ضرورت دفتر کی بجلی استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور موبائل فون چارج کرنے میں زیادہ بجلی خرچ بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ملازم کے لئے عرف کے مطابق دفتر میں موبائل چارج کرنا جائز ہے بالخصوص جبکہ موبائل دفتری کاموں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہو۔ البتہ اگر انتظامیہ کی طرف سے ملازمین کو موبائل فون چارج کرنے سے صراحۃً منع کیا گیا ہو تو پھر دفتر کی بجلی سے موبائل چارج کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(۳) "دفتری اوقات میں ذاتی کام"

سوال: کیا وہ شخص دفتری فارغ اوقات میں دفتری حدود میں رہ کر اپنا کوئی ذاتی کام، مطالعہ وغیرہ کرسکتا ہے؟

جواب : اگر ملازمت کام کی ہو (یعنی اجارہ عمل پر منعقد ہوا ہو، وقت پر نہ ہوا ہو) تو فارغ اوقات میں اپنا کام کرنا درست ہے۔ اور اگر ملازمت وقت کی بنیاد پر ہو تو فارغ اوقات میں بھی اپنا ذاتی کام کرنا ملازم کے لئے درست نہیں، ہاں اگر ادارے کی طرف سے اجازت ہو تو درست ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں اگر ادارہ کی طرف سے دورانِ ملازمت فرصت کے اوقات میں مطالعہ کرنے یا دوسرا کوئی ذاتی کام کرنے کی اجازت ہو تو فارغ بیٹھنے کی بجائے کوئی کام کرسکتے ہیں بشرطیکہ اس سے ملازمت کے اصل کام میں حرج نہ ہو۔ اور بہتر یہ ہے کہ فارغ اوقات میں ذاتی کام یا مطالعہ کرنے کی باقاعدہ اجازت لے لی جائے۔

(۴) "بیمہ پالیسی"

سوال : ایک کمپنی کسی بیمہ کمپنی کی خدمات حاصل کرتے ہوئے اپنے ملازمین کی تنخواہ کا کچھ حصہ اور اپنی طرف سے کچھ حصہ جمع کرکے بیمہ کمپنی کو ادا کرتی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ:

(۱) کیا ملازم کے لئے بیمہ کمپنی کی یہ سہولت حاصل کرنا جائز ہے؟ جبکہ ملازم کا بیمہ کمپنی سے براہِ راست کوئی مالی لین دین نہ ہو؟

(۲) ملازم کا اپنے تمام اخراجات جمع کرکے براہِ راست بیمہ کمپنی بھیجنا اور ان سے مالی معاونت

حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر سوال میں مذکور "بیمہ پالیسی" سے آپ کی مراد "گروپ انشورنس" ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں شمولیت اختیار کرنے یا نہ کرنے کا ملازم کو اختیار ہو تو مروجہ انشورنس کمپنیوں کے گروپ انشورنس پالیسی میں شامل ہونے سے اجتناب کرنا ضروری ہے، لیکن چونکہ عموماً گروپ انشورنس میں شمولیت اختیاری نہیں ہوتی اس لئے اگر کسی ملازم کو کمپنی نے گروپ انشورنس کی پالیسی میں شامل کر لیا ہو تو اس رقم کو لینے یا نہ لینے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ انشورنس کی یہ رقم ادارہ اگر اپنے خزانہ میں شامل کر کے دیتا ہے اور ادارہ کی مجموعی آمدنی میں ساری یا اکثر رقم حلال ہے تو یہ پوری رقم لینا جائز ہے، اور اگر انشورنس کی یہ رقم براہ راست انشورنس کمپنی سے وصول کرنی پڑتی ہے تو اس صورت میں صرف اتنی رقم وصول کرنا جائز ہے جتنی رقم ملازم کی تنخواہ سے کاٹی گئی ہو اور جتنی رقم کمپنی نے اپنی طرف سے شامل کی، ان دو رقموں سے زائد رقم لینا جائز نہیں۔

اور اگر سوال میں مذکور "بیمہ پالیسی" سے انشورنس کی کوئی دوسری پالیسی مراد ہو تو اس کی تفصیل لکھ کر حکم دوبارہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(۵) "پراویڈنٹ فنڈ پالیسی"

ایک کمپنی اپنی پالیسی کے تحت اپنے ملازمین کی تنخواہ کا ایک مخصوص حصہ کاٹ کر اتنا ہی حصہ اپنی طرف سے شامل کر کے کسی بینک کے سیونگ اکاؤنٹ میں جمع کرواتی رہے تو کیا ملازمین کے لئے ان پیسوں کا استعمال جائز ہے؟

جواب: پراویڈنٹ فنڈ کے جائز یا ناجائز ہونے کی مختلف صورتیں ہیں جن کا حکم درج ذیل ہے:

الف ـــ اگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم سے کسی غیر سودی بنک میں سرمایہ کاری کر کے یا اس سے کوئی جائز کاروبار کر کے نفع حاصل کیا جائے تو خواہ یہ فنڈ اختیاری ہو یا جبری، اس میں شمولیت اختیار کرنا بھی جائز ہے اور نفع کے ساتھ مجموعی رقم وصول کرنا بھی جائز ہے۔

ب ـــ اور اگر پراویڈنٹ فنڈ میں شمولیت جبری ہو، یعنی ملازم کے اختیار سے نہ ہو، اور فنڈ کی رقوم کو کسی سودی بینک میں رکھ کر سود وصول کیا جاتا ہو یا حرام سرمایہ کاری کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہو تو

اگر یہ کام ملازم کا محکمہ خود کرے اور نفع بھی خود وصول کر کے اپنے مرکزی اکاؤنٹ میں جمع کرے جبکہ مرکزی اکاؤنٹ کا بیشتر سرمایہ حلال ہو اور وہاں سے ملازم کو اپنے وقت پر اصل پراویڈنٹ فنڈ کے ساتھ یہ نفع بھی ملے تو ملازم کے حق میں نفع حرام نہیں بلکہ اس کے لئے یہ نفع وصول کرنا جائز ہے۔

ج۔۔۔اور اگر پراویڈنٹ فنڈ کے لئے رقم کی کٹوتی جبری نہ ہوتی ہو بلکہ ملازم کے اختیار سے ہوتی ہو اور باقی صورتحال وہی ہو جو اوپر (ب) میں مذکور ہے تو اس صورت میں محکمہ سود کے نام سے جو رقم دیتا ہے محقق علماء کرام کے نزدیک اگرچہ یہ بعینہ سود نہیں لیکن اس میں تشبّہ بالرّبا ہے اور اس کو سودخوری کا ذریعہ بنانے کا خطرہ بھی ہے اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے، اور اضافی رقم وصول ہی نہ کی جائے یا وصول کرنے کے بعد صدقہ کردیجائے۔

د۔۔۔اور اگر محکمہ یہ حرام نفع خود وصول نہ کرے بلکہ ملازم خود جا کر سودی بینک یا انشورنس کمپنی وغیرہ سے وصول کرے تو ایسی صورت میں جتنی رقم ملازم کی تنخواہ سے کاٹی گئی ہو اور جو رقم ملازم کے محکمہ نے اس کی طرف سے ادا کی ہو یہ دو رقمیں لینا تو جائز ہے، البتہ ان رقموں پر جو حرام نفع حاصل ہوا ہو وہ نفع وصول کرنا اور اپنے استعمال میں لانا حلال نہیں خواہ پراویڈنٹ فنڈ جبری ہو یا اختیاری، لہٰذا ملازم یہ نفع ہرگز وصول نہ کرے اور اگر غلطی یا لاعلمی سے وصول کرلے تو مالِ حرام سے بچنے کی نیت سے کسی غریب محتاج آدمی کو دے دے اور آئندہ بالکل وصول نہ کرے، اور کمپنی کے لئے بھی بہرحال فنڈ کی رقم کسی حرام کاروبار کرنے والے ادارے میں لگانا اور حرام نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔(التبویب:۱۳۴/۵۵)

واضح رہے کہ بعض محکموں میں پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کے لئے ایک ٹرسٹ قائم ہوتا ہے جس میں ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقوم رکھی جاتی ہیں اور اس ٹرسٹ کی یہ رقوم دینے کے لئے بعض مرتبہ ملازمین سے ایک درخواست اُس ٹرسٹ کے نام لکھوائی جاتی ہے جس کی بنیاد پر ٹرسٹ رقمیں وصول کرتا ہے اور بعض مرتبہ ملازمین سے ایسی کوئی درخواست نہیں لکھوائی جاتی بلکہ محکمہ اپنی ذمہ داری پر یہ معاملات کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی محکمہ میں پراویڈنٹ فنڈ کے لئے ٹرسٹ قائم ہو تو چونکہ اس کے احکام کچھ مختلف ہیں اس لئے بوقتِ ضرورت اس کی تفصیل لکھ کر مسئلہ دوبارہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دار العلوم کراچی کے شب وروز

جلسہ دستار بندی

جامعہ دار العلوم کراچی سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی دستار بندی جامعہ کی عظیم الشان جامع مسجد میں بروز بدھ بتاریخ ۱۷رجب ۱۴۳۹ھ (۴/اپریل ۲۰۱۸ء) کو ایک جلسہ میں کی گئی، جس میں پہلے حدیث شریف کی معروف ومقبول کتاب صحیح بخاری شریف کا اختتامی درس ہوا، حسب معمول یہ آخری درس نائب رئیس الجامعہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے آخری باب کی حدیث شریف کی دل نشین تشریح فرمائے ہوئے دیا۔ جس میں آپ نے ہر مسلمان بالخصوص دینی خدمت انجام دینے والے حضرات طلبہ وعلماء کرام کو اپنے کاموں میں اور اپنے اقوال میں آخرت کے اعتبار سے وزن پیدا کرنے کے لئے اخلاص کی ضرورت وافادیت پر روشنی ڈالی اور ہر دینی کام کو اخلاص کے ساتھ ساتھ حدود شریعت میں رہ کر انجام دینے کی ضرورت کو واضح فرمایا، نیز آخری حدیث کے مبارک کلمات **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم،** کی عارفانہ تشریح فرماتے ہوئے اس کے ورد کو معمول بنانے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس درس کی برکات سے طلبہ وعلماء اور پوری امت کو نفع عطا فرمائیں۔ آمین۔ اس کے بعد حضرت رئیس الجامعہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کا بیان ہوا جس میں آپ نے تعلیمی سال کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اساتذہ، طلبہ اور تمام کارکنان کی کوششوں، محنتوں کے قبولیت سے سرفراز ہونے کی دعا فرمائی۔ نیز فرمایا کہ آخرت میں اپنے اعمال کے وزنی ہونے کے سلسلے میں یہ پہلو بھی ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر قسم کی حق تلفیوں سے بھی خود کو محفوظ رکھیں اور کوتاہی ہو جانے پر اس کی معافی اور تلافی کا اہتمام کریں کہ ہمارا حال خدانخواستہ اس شخص کا سا نہ ہو جائے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے اعتبار سے مفلس قرار دیا۔ یہ شخص جب وزن اعمال کے لئے آئے گا تو بہت کچھ نیکیاں لے کر آئے گا مگر حق تلفیوں کے بدلہ میں وہ سب اہل حق کو دے دی جائیں گی اور پھر بھی حقوق باقی رہ جانے پر ان اہل حقوق کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں

گے، نتیجۃً باوجودنیکیاں لانے کے برے انجام سے دوچار ہوجائے گا۔(اعاذنا الله منه)

بیان کے بعد حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے دعا فرمائی اور پھر فضلاء کی دستار بندی کا عمل شروع ہوا جس میں تخصص فی الافتاء، تخصص فی الدعوۃ والارشاد، تخصص فی القراآت کے آخری سالوں کے فاضلین ، دورۂ حدیث شریف کے فضلاء، قراآت سبعہ کی تکمیل کرنے والے قراء کی دستار بندی کی گئی، شعبۂ تجوید سے فارغ ہونے والے طلبہ کو نشان فضیلت کے طور پر بڑے رومال دیئے گئے ۔مدرسۃ البنات میں دراسات دینیہ کی فاضلات کو نشان فضیلت کے طور پر چادریں دینے کے لئے ایک محفل مدرسۃ البنات میں بروز پیر ۱۵رجب ۱۴۳۹ھ کو منعقد کی جاچکی تھی تاہم درس نظامی کی طالبات ومعلمات اس درس بخاری شریف میں بھی شریک ہوئیں۔

یہ جلسۂ دستار بندی، جامعہ کے مختلف اساتذۂ کرام اور کارکنان کے تعاون سے بحسن وخوبی انجام پذیر ہوا، بالخصوص حضرت مولانا رشید اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس جلسہ کے معاملات کی نگرانی حسب معمول فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کو جلد مزید صحت اور مزید ہمت وقوت مرحمت فرمائیں۔آمین۔

اس جلسہ میں شعبہ درس نظامی کے علاوہ نانک واڑہ شاخ، بیت المکرّم شاخ، محمدی مسجد شاخ ، مدرسۃ البنات ، حراء فاؤنڈیشن اسکول ، مدرسہ ابتدائیہ وثانویہ اور دارالقرآن کے اساتذہ ومعلمات اور بڑی عمر کے طلبہ وطالبات بھی حسب انتظام شریک ہوئے، جبکہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے آج تعطیل کردی گئی تھی ۔اللہ تعالیٰ اس تقریب واجتماع کو باعث خیر بنائیں ۔آمین۔

یوم پاکستان پر طلبہ کی سرگرمیاں

۲۳رمارچ کا دن تین اہم باتوں کی یادگار ہے، یہ دن قرارداد پاکستان کی یادتازہ کرتا ہے جو بقاء پاکستان کا ذریعہ بنی اور یہی دن پاکستان بننے کے بعد آئین سازی کے لئے پیش کردہ قرارداد مقاصد کی بھی یاددہانی کراتا ہے جو اکابر علماء کرام کی کاوشوں سے منظور ہوئی، نیز اسی مہینہ میں ملک کا اسلامی دستور بھی منظور کیا گیا تھا۔ پاکستان کے اسلامی اور دینی تشخص کی سالمیت کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہماری نئی نسل، نوجوان طلبہ، حصول پاکستان کی جدوجہد، اس کے لئے دی جانے والی قربانیوں اور ان کے مقاصد سے پوری طرح باخبر ہوں، بالخصوص موجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ کچھ عناصر حقائق سے چشم پوشی

کرتے ہوئے اس ملک کو سیکولر بنانے اور اس پر لبرل ازم کی چھاپ لگانے کی مذموم کوشش کررہے ہیں، ان معروضی حالات میں ملک کے حقیقی تشخص کا اظہار اور فاسد نظریات وافکار کا سدباب کی ایک قومی اور دینی ضرورت ہے۔

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں تعلیم پانے والے نونہالان وطن اور مستقبل کے معماروں میں ان حقائق سے آشنائی اور ملک کی دینی واسلامی بنیادوں پر تعمیر وترقی کے پاکیزہ جذبات کی آبیاری کی کوششیں تاسیس جامعہ کے اولین دور سے جاری رہی ہیں، اسی سلسلہ میں اس سال بھی جامعہ دارالعلوم کراچی میں، مختلف تعلیمی شعبوں میں بروز جمعرات اور بروز ہفتہ کوتقریبات کا انعقاد ہوا اور بروز جمعہ ۲۳/ مارچ کو بعد نماز فجر تمام طلبہ اشراق تک مسجد جامعہ میں ذکر وتلاوت میں مشغول رہے، بعدازاں معماران پاکستان کے لئے، استحکام وترقی پاکستان، اس کے دینی تشخص اور یہاں پوری طرح اسلامی قوانین کے نفاذ وترویج کے لئے نیز ہر فتنہ سے اور اندرونی وبیرونی سازشوں سے اس کی حفاظت کے لئے دعا کی گئی۔

امتحاناتِ سالانہ

جامعہ دارالعلوم کراچی میں جامعہ کے نظم کے تحت ہونے والے سالانہ امتحانات بابت ۱۴۳۹ھ کا آغاز بتاریخ ۲۴/رجب ۱۴۳۹ھ سے کردیا گیا۔ جبکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت ہونے والے سالانہ امتحان کا آغاز بروز ہفتہ ۲۷/رجب ۱۴۳۹ھ سے ہوا۔ جامعہ دارالعلوم کراچی، امتحانات وفاق کا ایک بڑا سینٹر ہے، جس میں اس سال شعبہ بنین میں ۱۹۹۰/طلبہ شریک ہورہے ہیں جس میں سے ۱۸۴۱/طلبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے ہیں اور ۱۴۹/طلبہ قرب وجوار کے دیگر مدارس کے ہیں، اس امتحانی مرکز کے نگران اعلیٰ حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں آپ کے ساتھ تقریباً ۸۰/معاون نگران تشریف لارہے ہیں۔

جبکہ مدرسۃ البنات میں کل طالبات ۷۳۲/شریک امتحان ہیں اور تقریباً ۵۰/معلمات نگرانی کے لئے تشریف لارہی ہیں، یہ امتحانات بروز جمعرات غالباً ۲/شعبان ۱۴۳۹ھ تک جاری رہیں گے، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا امتحانی نظم، ایک مثالی نظم ہے، پورے پاکستان میں بیک وقت تمام مراکز امتحان میں امتحان شروع ہوتا ہے اور مرکز امتحانات میں دوسرے مدارس کے اساتذۂ کرام نگرانی کے لئے تشریف لیجاتے ہیں، یہ طریقہ جہاں نگرانی کے عمل کو شفاف بناتا ہے وہیں ان مدارس کے باہمی تعلق ومحبت میں بھی اضافہ کا ذریعہ بنتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک نظم کو جاری وساری رکھیں اور طلبہ کی بہتر استعداد کا ذریعہ بنائیں، تمام شرکاءِ نظم کو جزائے خیر سے نوازیں۔ آمین۔

اسفار

گذشتہ دنوں حضرات اکابر مدظلہم کے مختلف اسفار کا سلسلہ جاری رہا، ان اسفار کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں کردیا جائے گا۔

دعائے مغفرت

بانی جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی نواسی شدید علالت کے بعد رحلت فرماگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جامعہ کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب حفظہ اللہ کے دو تایازاد بھائی جناب سلیمان صاحب اور جناب محمد یونس صاحب کا بھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۹؍رجب ۱۴۳۹ھ (۱۶؍اپریل ۲۰۱۸ء) پیر کے روز جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ اور رفیق دارالافتاء حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت مرحوم جامعہ میں عرصۂ دراز سے تدریس وافتاء کی خدمات سرانجام دے رہے تھے، کافی عرصہ سے گردوں کے عارضہ میں مبتلا تھے، حضرت مولانا مرحوم کی نماز جنازہ ۳۰؍رجب ۱۴۳۹ھ منگل کے روز نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی، جس میں علماء، طلبہ اور عوام الناس کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ سے پہلے حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم نے حاضرین کے سامنے حضرت مفتی صاحب مرحوم کی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور شرکاء کو آپ کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرنے کی تلقین فرمائی۔ جامعہ دارالعلوم کراچی کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر واجر مرحمت فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

نقد وتبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... مذاہب اربعہ میں توہین رسالت اور توہین صحابہ کا تحقیقی جائزہ

نام مؤلف ....مفتی ثناء اللہ صاحب

ضخامت .... ۳۶۳صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مرکز البحوث الاسلامیہ۔مردان

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام، صحابۂ کرام، اولیاء اللہ کا ادب واحترام اوران کی شان میں ادنیٰ گستاخی سے بھی بچنا بہت ضروری ہے، خاص طور پر سرورکونین، محبوب رب العلمین جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت تو دارین کی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر کس قدر بلاغت کا حامل ہے:

رگ رگ میں محبت ہو رسول عربی کی　　جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے

اس کے باوجود ملک وبیرون ملک ناپاک لوگوں کی طرف سے توہین رسالت کا مذموم سلسلہ وقفے وقفے سے جاری رہتا ہے، گستاخی کے مرتکب افراد کو گرفتار کر کے جب پاکستان کے قانون کے مطابق سزائے موت کا فیصلہ عدالتوں کی طرف سے جاری کیا جاتا ہے تو غیر مسلموں کی ہمنوائی کرنے والا آزاد خیال طبقہ یہ شور مچانا شروع کردیتا ہے کہ فقہ حنفی میں گستاخ رسول کی سزا، موت نہیں ہے بلکہ اس سے توبہ کا مطالبہ ہے۔

دیگر من پسند معاملات میں علماء احناف کی رائے کو یکسر نظر انداز کرنے والا یہ سیکولر طبقہ توہین رسالت جیسے حساس موضوع پر حنفیہ کی رائے کا بہانہ بنا کر توہین رسالت کے قانون کو ختم کروانا چاہتا ہے حالانکہ فقہ حنفی کا

بغور جائزہ لیا جائے تو صورتحال کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے، حنفی علماء کے سرخیل، **خاتمة المحققين** علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مستقل ایک مقالہ "**تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام**" کے نام سے تحریر فرمایا ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عابدینؒ کے ہاں بھی عصرِ حاضر کے ہٹ دھرم گستاخوں کی سزا قتل ہے۔

جناب مفتی ثناء اللہ صاحب نے پہلے اس وقیع عربی رسالے کو مخطوطات کی روشنی میں تحقیق وتعلیق کے ساتھ پیش فرمایا اور پھر اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔ نیز مزید تشریح وتحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ گستاخ رسول سے متعلق پاکستانی قانون درست اور آج کل کے گستاخوں کے لئے عین فقہ حنفی کے موافق ہے۔

تمام پڑھے لکھے حضرات اس کا بغور مطالعہ کر کے حنفیہ کے ساتھ ساتھ دیگر ائمہ کے موقف سے بھی آگاہ ہوسکتے ہیں، کتاب کی تیاری میں فاضل موصوف نے خاصی محنت سے کام لیا ہے تاہم کتابت کی اغلاط کو درست کرنے اور اردو کے اعتبار سے مزید بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے، امید ہے کہ آئندہ طباعت میں اس طرف مزید توجہ فرمائی جائے گی۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... اسوۂ حسنہ المعروف بشمائل کبریٰ، (جلد ششم، حصہ گیارہواں)

نام مؤلف .... مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہم

ضخامت .... ۴۶۲ صفحات۔ مناسب طباعت۔ عام قیمت:=/۴۷۰ روپے

ناشر .... زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ہستی پوری امت کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی دنیا وآخرت کی تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، یہ فریضہ صحیح طریقے سے اسی وقت انجام دیا جاسکتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں کا کماحقہ علم ہو۔

اس کے لئے مذکورہ کتاب مرتب کی گئی ہے جس کے دس حصے اس سے پہلے شائع ہوچکے ہیں، گیارہواں حصہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں نکاح اور اس کے تمام متعلقات، طلاق اور اس سے متعلقہ امور، ازدواجی زندگی کے دوران زوجین پر عائد ہونے والے حقوق، امہات المؤمنین کا مفصل تذکرہ، قسم، حدود،

قربانی اورعقیقہ کے بارے میں ہدایات احادیث طیبہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، تمام مسائل مستند اور باحوالہ ہیں، بڑی محنت اور عرقریزی کے ساتھ یہ اہم کتاب آسان اردو میں تحریر کی گئی ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے اس کا مطالعہ علمی وعملی ہر دو اعتبار سے ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ (ابو معاذ)

نام کتاب .... مثالی استاذ اور کامیاب مہتمم کے لئے راہنما اُصول

نام مؤلف .... مفتی عبدالملک العتیق

ضخامت .... ۵۳۷ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... نفیس منزل 728 سیکٹر 15/A4 بفرزون، نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

کافی عرصہ سے سے "تدریب المعلمین" کے عنوان سے اساتذۂ کرام کی تربیت کا سلسلہ مختلف مدارس میں چل رہا ہے، تحریر وتقریر کے ذریعے اس موضوع پر کاوشیں جاری ہیں۔ وقتاً فوقتاً اس کی اہمیت وضرورت پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، متعدد کتابیں بھی اردو میں مرتب ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ مختلف مجلات میں بھی اکابر علماء کرام کے افادات اس بارے میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی موضوع پر مرتب کی گئی ہے، جس کے نام ہی سے اس کے مندرجات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس کے اہم اہم عنوانات یہ ہیں: تنظیم مدارس، مدارس تاریخ کے مختلف ادوار میں، ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت، اہتمام اور کامیاب مہتمم، اکابر دیوبند کیا تھے؟ مالیاتی امور اور اس کے شرعی تقاضے، مثالی استاذ اور تدریس میں کامیابی کے زریں اصول، مختلف طریقہائے تعلیم، مطالعہ، امتحان، درس نظامی کی تدریس کیسے کریں؟ تزکیہ: استاذ اور مدرسہ کی کامیابی میں اہم کردار، آداب کا بیان۔

مذکورہ عنوانات کے تحت بہت مفید معلومات کتاب میں جمع کردی گئی ہیں۔ رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم، نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہم نے بھی پوری کتاب کی تصحیح فرماکر تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا:

"(کتاب) کا اصل مقصد تو معلم کے آداب اور اس کے طرز تدریس کے بارے میں بنیادی اصولوں کی وضاحت ہے، لیکن ساتھ ہی انہوں نے مدارس دینیہ کی تاریخ، ان

کے اغراض ومقاصد اور مدرسے کے اہتمام ونصرام سے متعلق بھی نہایت مفید ہدایات جمع فرمادی ہیں، جس کے نتیجے میں مدارس، ان کے انتظام اور مالیاتی امور سے لے کر تعلیم وتدریس، طلباء کی تربیت اور ذہن سازی، ہر موضوع پر ماشاء اللہ دقت نظر اور شرح وبسط کے ساتھ مفید گفتگو اس کتاب کی خصوصیت ہے اور تمام ہدایات الحمدللہ اکابر ومشائخ کے مزاج ومذاق اور ان کے تعامل کے مطابق ہیں اور اپنے موضوع کے لحاظ سے یہ انفرادیت کی حامل ہے۔"

اہل مدارس اس کا بغور مطالعہ فرما کر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش فرمائیں گے تو ان شاء اللہ دیانت داری اور فرض شناسی سے آراستہ ہوں گے، مدارس کی تعمیر وترقی اور ان پر عوام کے اعتماد میں بھی اضافہ ہوگا۔ (ابومعاذ)